سلسلة المناهج الفکریة

قرآنِ مجید کے حقوق

صہیب احمد میر محمدی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

قرآن مجید کے حقوق

صہیب احمد میر محمدی

فاضل مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب

ناشر

کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بنگہ بلوچاں) پھولنگر ضلع قصور

نام کتاب : قرآن مجید کے حقوق

نام مؤلف : صہیب احمد منیر محمدی

ناشر : كلية القرآن الكريم والتربية الاسلامية

طباعت : 2013ء

کمپوزنگ : مکتبۃ الکتاب، فون: 0321-4210145

اہتمام : الفرقان ٹرسٹ، عبدالرؤف، فون: 0321-4210145

پریس : شفیق پریس، لاہور

یطلب من

كلية القرآن الكريم والتربية الاسلامية

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بنگلہ بلوچاں) پھولنگر ضلع قصور

فون: 0333-4296679

فون: 0333-4358421

فون: 0333-4434193

فہرست مضامین

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، أَمَّابَعْدُ!

دین اسلام قرآن مجید کا نام ہے جس کی توضیح و تکمیل سنت رسول اللہ ﷺ نے کی۔ قرآن مجید ایک ایسا لائحہ عمل اور نصب العین و نوشتہ بے مثال ہے کہ جس نے بھی اس کو سینے سے لگایا اس کی جہالت اور پریشانیوں و مصائب و آلام کی زنجیریں پاش پاش ہو کر گر گئیں اور کشکول گدائی و غلامی کی کرچیاں بکھر گئیں اور وہ اس کی صداقت اور جامعیت و اکملیت کے گیت الاپتا ہوا علی الاعلان کہتا ہے کہ

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچ آتے ہیں اے واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

اس عالم فانی میں ہر عنصر اپنے حقوق کا متلاشی اور متقاضی ہے حتیٰ کہ لسانیات و حیوانات کے حقوق کے حصول کے لیے دسیوں پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں اور اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے ہر آن محو گفتگو ہوتے ہیں اور ممکن و غیر ممکن کاوشیں بروئے کار لائی جاتی ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ہر شخص حقوق لینے کا ہی ڈھنڈورا پیٹتا ہے اس کو یہ نہیں پتہ کہ اسلام کے ساتھ منسلک ہونے سے مصدر و منبع اسلام (قرآن مجید) کے حقوق مجھ پر بھی ہیں۔ میں اُن کو بھی ادا کر رہا ہوں کہ صرف اپنے بناوٹی حقوق کا رونا ہی رو رہا ہوں۔ چنانچہ اس کتاب میں قرآنی حقوق کو یاد کرانے اور ان کی حقیقت سے باور کرانے کے لیے تقریباً ۱۲۳۰ احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر اپنے جذبات کو حوالہ قرطاس کیا گیا ہے۔ شاید کہ مولائے رحیم و کریم ان جذبات کو ان بھولے بھٹکے بھائیوں کے لیے مشعل راہ بنا دے جو کہ اسلام کے نام لیوا اور

قرآنِ مجید کے محبّ تو ہیں لیکن اس کے حقوق سے یا تو بے خبر ہیں یا ان کی حقیقت سے دور ہیں اور بشری غلط فہمیوں کا شکار ہو کر لقمہ وساوس شیطان بن کر ان کو فراموش کر چکے ہیں اور دنیائے فانی میں محو و مگن ہو کر جنت کی ان لذتوں کو بھول چکے ہیں جو لذتیں حدیث کے مطابق نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ ❶

چنانچہ اس کتابچے کی تیاری میں مندرجہ ذیل اُمور کا خیال رکھا گیا ہے:

❀ اس کی اساس قرآن وسنت کو بنایا گیا ہے چنانچہ ہر قسم کے تعصب و جانبداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دلائل کو ''غیرتِ قرآنی'' کی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔

❀ اَحادیثِ مبارکہ کی مفصل تخریج سے (طوالت کے خوف سے) گریز کرتے ہوئے صرف حدیث کا نمبر دیا گیا ہے، مثلاً: (البخاری: ۳۰۷۲) یعنی بخاری شریف کی حدیث نمبر ۳۰۷۲ ہے لیکن اگر ترقیم میسر نہ آسکی ہو تو پھر جلد نمبر اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے، مثلاً: (فتح الباری: ۹/۱۲۲) یعنی فتح الباری کی جلد نمبر ۹ اور صفحہ نمبر ۱۲۲ پر یہ چیز موجود ہے۔

❀ اس بات کی سعی کی گئی ہے کہ اسلوب سادہ اور عام فہم ہو اور اختصار کے ساتھ تمام جزئیات کا اِحاطہ ہو سکے نیز کوشش کی گئی ہے کہ احادیث تمام کی تمام صحیح ہوں۔

❀ مدعا کو متعین کرنے کے لیے لغوی تشریح اور اشعار کی چاشنی ملانی پڑی اور آخر میں جو مراجع سامنے تھے ان میں سے اکثر کا ذکر کر دیا گیا ہے اور ''خلاصہ و خاتمہ'' میں ساری گفتگو کا لب لباب ذکر کرنے کے بعد برادرانِ اسلام سے قلبی اور محبت بھری اپیل کی گئی ہے۔

شکر و دُعا:

اللہ قادر مطلق و مالک ارض وسماء کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ پر اپنی خاص

---

❶ البخاری: ۳۰۷۹ و مسلم: ۲۸۲٤.

رحمت فرمائی اور مجھ جیسا ناکارہ اور عاجز بھی اپنے قلم کو قرآن مجید کے متعلق حرکت دینے کے قابل ہوا اور اب اسی سے عاجزانہ التماس و التجاء ودعا ہے کہ اے باری تعالیٰ! تو اس حقیری کوشش کو اپنی رضا کے لیے خاص فرمالے اور میرے لیے اس کو توشہ آخرت بنا دے۔ (آمین)

رب ذوالجلال سے یہ بھی عاجزانہ دُعا ہے کہ وہ میرے والد کو اعلیٰ علیین میں سکونت دے جنھوں نے اس قرآن مجید کو خود بھی اپنے سینے میں محفوظ کیا اور اپنی آل اولاد کو بھی اسی پٹڑی پر چڑھایا اور بیسیوں قرآن مجید کی نعمت سے محروم گھروں اور اُدھیڑ عمر بزرگوں کو قرآن مجید پڑھایا اور میری والدہ محترمہ کو صحت و عافیت سے نوازے جو کہ اپنی پوری زندگی قرآن مجید کی تعلیم و تربیت میں اور اس کی فکر میں بسر کر رہی ہیں۔ اور میری دعا ہے کہ میرے بھائیوں اور بہنوں کو توفیق دے کہ جس طرح اُنھوں نے میری تعلیم کے سلسلہ میں ہر ممکن فراوانی مہیا کی، اور خصوصاً میرے استاد و برادر کبیر قاری محمد ابراہیم صاحب جنھوں نے ''غیرتِ قرآنی'' کو والد کے نقشہ قدم پر چلتے ہوئے میرے سینے میں بتوفیق اللہ پیوست کرنے کی حتی المقدور کوشش کی، وہ اس سے بڑھ کر اس عظمت قرآنی کے تاج کو اپنی اولادوں پر سجائیں اور اپنی اہلیہ کے لیے دعا گوہوں جس نے میری تدریسی و تالیفی و دیگر مصروفیات کا خیال رکھتے ہوئے ہر ممکن خدمت و مساعدت کی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین حنیف اور قرآنی غیرت کی علمبردار بنائے اور میرے بیٹے، بھانجے اور بھتیجوں کو اس غیرت قرآنی کا امام بنائے۔ (آمین)

آخر میں مولائے رحیم و کریم سے التجاء کرتا ہوں کہ اس کتابچہ کو میرے والدین، بہن بھائیوں اور اقرباء و اساتذہ کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔

﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝﴾

اہل علم وعرفان سے انتہائی ادب سے گزارش ہے کہ وہ شاعر کے شعروں......

وَإِنْ تَجِدْ عَيْبًا فَسُدَّ الْخَلَلَا	جَلَّ مَنْ لَا عَيْبَ فِيهِ وَعَلَا
مَنْ عَابَ عَيْبًا لَهُ عُذْرٌ فَلَا وَزَرَا	يُنْجِيهِ مِنْ عَزَمَاتِ اللَّوْمِ مُتَّزَرَا
وَإِنَّمَا هِيَ أَعْمَالٌ بِنِيَّتِهَا	خُذْ مَا صَفَا وَاحْتَمِلْ بِالْعَفْوِ مَا كَدَرَا

کو سامنے رکھتے ہوئے ہر قسم کی غلطی، جو کہ میری اور شیطان کی طرف سے ہوگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں، کی اصلاح بھی کریں اور آگاہ بھی کریں، میں انتہائی ممنوں ہوں گا جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

((رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ أَهْدٰى إِلَيْنَا عُيُوبَنَا .)) ❶

''اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو ہماری غلطیاں (ان کی نشاندہی) ہمیں ہدیہ کے طور پر دیتا ہے (جو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے)''

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

اخوکم فی اللہ

صہیب احمد

۱۴۲۲/۴/۲۳ھ

❶ صيد الخاطر: ٩٥.

کتابچہ لکھنے کا مقصد

قرآن مجید ہدایت و نور کا سرچشمہ ہے اور زندگی کے جملہ معاملات کا حل ہے جو اس کے حقوق کو پورا کرنے کے بغیر ممکن نہیں۔ آج کل کے مادہ پرست دور میں ہر شخص افراط و تفریط کا شکار نظر آتا ہے کوئی اس کی تلاوت پر ہی سالہا سال لگا کر اسی پر قانع ہو جاتا ہے اور حقیقت قرآن صرف تلاوت کرنے اور اس کے متنوع لہجات کے حصول کو سمجھتا ہے دوسرا اس کی تلاوت سے اپنی کم علمی و جہالت کی وجہ سے دور ہے پھر اس محرومی کی آگ مخالفت کرکے اُگلتا ہے تیسرا سرے سے ہے ہی منکر ہے کہ ایمان لانا تو یہ ہے کہ قرآن کو قرآن پاک کہہ دیا اور غلاف میں بند کر کے اونچی جگہ پر سجا دیا، چوتھا اسی قرآن کو نہ پڑھتا ہے نہ عمل کرتا ہے بلکہ اس کا ایمان اور اس کی کاوشیں اپنے من پسند گھڑے ہوئے اُصولوں کے لیے قرآن مجید سے دلائل تلاش کرتا ہے اور عقل و خرد کی گتھیاں سلجھاتا ہے اور پانچواں صرف دعوت یا جہاد کا لفظ ہی جانتا ہے اور پوری زندگی اسی میں کھپانے کا عزم کیے ہوئے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کا ایمان ہی نہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ محفوظ و مصون تمام اوصاف (متن و مدعا کے تمام گوشوں) کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے تو پھر اس کا تعلیم دینا، دعوت دینا، جہاد کرنا کہاں ثمر آور ہو سکتا ہے کیونکہ اسی تعلیم دعوت و جہاد کا مصدر تو قرآن مجید ہے تو اگر اصل ہی ناقص ہے (نعوذ باللہ) تو پھر فرع کا کیا اعتبار۔ اسی طرح ایمان کے بعد وہ خود اس کو پڑھتا نہیں اور سمجھتا نہیں تو پھر وہ کسی کو کیسے تبلیغ کر سکتا ہے اسی طرح تلاوت پر ہی زور دیتا رہے اور نمازوں کا چور رہے، داڑھی کا چور رہے، دھوکے بھی دے تو عمل کے بغیر تو اس کا ایمان ہی متحقق نہیں ہوگا چہ جائیکہ وہ تلاوت کو ہی اصل سمجھ کر قانع ہو کر بیٹھا ہے جب تلک وہ دعوتی میدان میں قرآن مجید کا اسلوب اور نبوی اسلوب سامنے نہیں رکھے گا، اس کو کامیابی ممکن

نہیں۔ تو اسی غرض سے یہ کتابچہ ترتیب دیا گیا ہے کہ اُفراط وتفریط سے دور ہو کر توازن اور حقیقت کے لباس میں قرآن مجید پر بتدریج اس طرح ایمان لایا جائے جیسا کہ صحابہ لے کر آئے پھر اسے پڑھا جائے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا پھر اسے اس طرح سمجھا جائے جیسا کہ صحابہ نے سمجھا اور اس پر مکمل عمل کیا جائے اور پھر اس امانت کو احسن انداز واسلوب میں آگے پہنچایا جائے اور یہی وہ خاکہ یہی وہ ڈھانچہ ہمارے اَسلاف کے پاس تھا تو ان کی فولادی قوتیں شاعروں کے کلام کی زینت بنیں اور ایک شاعر بول اُٹھا:

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
جس قوم کے جوانوں کی ہو صورت فولاد

اور پھر پورے عالم میں اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا بقول شاعر:

کتاب ہدیٰ میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہوئی قوموں کی تقدیر دیکھی

اور اسلام کا آوازہ کلیساؤں میں بلند ہوا اس لیے کہ......

کیوں نہ ممتاز ہوتا اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

آج بھی وقت ہے کہ ہم اسی خاکہ اور خطوط کو حاصل کریں جن پر ہمارے اسلاف چلے تھے اور یہ آواز بلند کریں:

کلی کلی نکھاریں گے روشن سنواریں گے
اگر قرآن طلب کرے گا تو خون دل بھی بہادیں گے

اور ارادے پختہ کرلیں کیونکہ

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی اللہ پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اور اپنی بساط و استطاعت کے مطابق قرآن مجید کی خدمت کا فرض ہم ادا کرتے

جائیں۔ بقول شاعر:

مانا کہ اس جہان کو گلشن نہ کر سکے ہم
کانٹے تو ہٹا دیے جدھر سے گزرے ہم

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے احکامات اپنی زندگی میں اتارنے کی توفیق دے (آمین)

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْهَادِیْ إِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

قرآن کی لغوی و اصطلاحی تعریف

قرآن مجید کے حقوق پر بحث کرنے سے قبل صائب و مناسب ہے کہ اس کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کی جائے۔

لغوی تعریف:

قرآنِ مجید لغوی اِعتبار سے اسم ہے۔فعل و حرف نہیں پھر اس کے اِسم ہونے کے بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں۔

❀ علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ لفظ قرآن اسم جامد و غیر مہموز (بغیر ہمزہ کے) ہے اور اسی اعتبار کو سامنے رکھ کر ابن کثیر مکی نے اس کو قُرَان پڑھا ہے چنانچہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا نام تورات ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا نام انجیل ہے اسی طرح جو کتاب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی اس کا نام قرآن مجید ہے۔ان علماء میں سے اِمام شافعی رحمہ اللہ بھی ہیں، جو کہ قرآن کو اِسم جامد تصور کرتے ہیں۔

❀ علماء کی دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ قرآن یہ اسم جامد نہیں اسم مشتق ہے۔

پھر لفظ قرآن کے مشتق ہونے میں علماء کے چار گروہ ہیں۔

❀ علماء کی ایک جماعت، جن میں سے امام اشعری بھی ہیں، کا قول ہے کہ لفظ قرآن قَرِنَتِ الشَّیْءُ بِالشَّیْءِ (ایک چیز کا دوسری کے ساتھ مل جانا) سے مشتق ہے چنانچہ قَرْنُ الثَّوْرَیْنِ کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب جوئے میں دو بیلوں کو جوتا جائے اور قَرْنُ الْبَعِیْرَیْنِ کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب دو اونٹوں کو ایک رسی میں باندھ دیا جائے اور اَقْرَنَتِ الثُّرَیَّا اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ بلندی میں ثریا کے ساتھ مخاطب متصل ہو اسی لیے حج و عمرہ کا اکٹھا احرام جب باندھا جائے تو اس کو حج قِـــرَان

کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں آیات وسور وکلمات و اَلفاظ وحروف کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

❀ علماء کی دوسری جماعت کا کہنا ہے، جن میں امام فراء بھی ہیں۔ لفظ قرآن قرائن سے مشتق ہے اور قرائن قرینہ کی جمع ہے جس کا معنی دلیل و برہان ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ بات قرائن سے (دلائل سے) ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی آیات دلائل و براہین اور صدق وحقانیت میں ایک دوسری کے مشابہ ہیں۔

❀ علماء کی تیسری جماعت کا کہنا ہے، جن میں امام اللحیانی ہیں، کہ لفظ قرآن یہ قَـرَأَ بمعنی تَلا سے مصدر ہے اور غُفْرَان کے وزن پر ہے جس کا معنی پڑھنا یا تلاوت کرنا اور ملانا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ یعنی ''اس (قرآن مجید) کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے''...... چنانچہ قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو پڑھا جاتا ہے اس کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کی محبت سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل جاتا ہے۔

❀ علماء کی چوتھی جماعت کا کہنا ہے، جن میں امام زجاج ہیں، کہ لفظ قرآن الـقـرء سے مشتق ہے اور فعلان کے وزن پر وصف ہے جس کا معنی اَلْـجَـمْـعُ وَالـضَّـمُّ وَالْاِجْتِمَاعُ ہے (جمع کرنا اور ملانا) چنانچہ قَـرْءُ الْمَاءِ فِي الْحَوْضِ اس وقت بولا جاتا ہے جب پانی حوض میں جمع ہو جائے اور قُـرْءُ الْـمَـرْأَةِ کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب اجْتَـمَـعَ الدَّمُ فِيْ رِحْمِهَا عورت کے رحم میں خون جمع ہو جائے اور اسی سے لفظ قَـرْيَةٌ ہے جو کہ مختلف لوگوں کو جمع کرنے والی جگہ کو کہتے ہیں اور اسی لیے اَقْرَاءُ (جو کہ الـقـرء کی جمع ہے، قافیہ شعر کے مقاصد وانواع اور بحروں کو کہا جاتا ہے کیونکہ قافیہ میں ہر شعر کے آخر میں ایک طرح کے لفظ جمع ہو جاتے ہیں ایک طرح کا ترنم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سابقہ اُمم کے قصص اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی، وعد وعید، ترغیب وترہیب کو جمع کرنے والی کتاب ہے یا پھر

سابقہ کتب کے علوم وفنون وثمرات کو جمع کرنے والی اگر کوئی اس وقت کتاب ہے تو وہ قرآن مجید ہے جیسا کہ وَ تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ، وَتِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ کے اوصاف اس بات کی غمازی کرتے ہیں یا پھر قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ فی زمانہ انحاء عالم اور اقطار الارض میں پھیلی تمام مخلوق کو اگر ایک اسٹیج ایک مَحَطَّة پر جمع کرنے والی اگر کوئی کتاب ہے تو وہ قرآن مجید ہے (کیونکہ قرآن مجید میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہوسکتا اور جو قرآن مجید میں اختلاف کرتا ہے تو ہمیں اس کا ایمان بھی مختلف فیہ نظر آنا چاہیے۔

اصطلاحی تعریف:

اصطلاحی زبان میں قرآن مجید کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

((هُوَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالَى الْمُنَزَّلُ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ بِوَاسِطَةِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَبْدُوْءُ بِسُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ وَالْمَخْتُوْمُ بِسُوْرَةِ النَّاسِ وَالْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ وَالْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ.))

''قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو جبریل علیہ السلام کے واسطے سے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی جس کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے ہوتی ہے اور انتہاء سورۂ الناس پر ہوتی ہے جو کہ (۱۲ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے) مصاحف میں (سات حروف پر مشتمل) لکھا گیا اور اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔''

چنانچہ جب ہم نے کلام اللہ (اللہ کی کلام) کہا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ جن وانس اور فرشتوں کی کلام نہیں بلکہ یہ صرف اللہ جل شانہ کی کلام حقیقی ہے اور جب ہم نے اَلْمُنَزَّلُ (نازل شدہ) کہا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی وہ کلام مراد ہوئی جو نازل کی گئی (محمد ﷺ پر) نہ کہ وہ کلام مراد ہے جو فرشتوں کے ساتھ کی گئی یا جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور جب ہم نے علی محمد (ﷺ پر) کہا تو پتہ چلا کہ یہ وہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی نہ کہ جو موسیٰ علیہ السلام پر تورات کی شکل میں اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کی شکل

میں اور داؤد علیہ السلام پر زبور کی صورت میں اور ابراہیم علیہ السلام پر صحائف کی صورت میں نازل کی گئی اور جب ہم نے بواسطہ جبریل علیہ السلام (جبریل علیہ السلام کے واسطے سے) کہا تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کلام جبریل علیہ السلام کے واسطے سے نبی تک پہنچی (جیسا کہ قرآن مجید میں وضاحت ہے:

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ. عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ.﴾

(الشعراء: ١٩٣-١٩٤)

''اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے دل پر اُترا ہے کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

نہ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (نعوذ باللہ) اپنے پاس سے گھڑا ہے نہ سابقہ کتب سے اقتباس کیا ہے اور نہ ہی کسی بشر سے اس کو سیکھا ہے جیسا کہ بعض مستشرقین کا تخیل ہے اور جب اَلْمَبْدُوْءُ بِسُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ وَالْمَخْتُوْمُ بِسُوْرَةِ النَّاسِ کہا (کہ یہ فاتحہ سے شروع ہو کر الناس پر ختم ہوتا ہے) تو پتہ چلا کہ یہی ترتیب ومقدار صحابہ رضی اللہ عنہم کو یاد تھی اس میں کمی نہیں کی گئی اور یہ کہنا بہتان ہے کہ اس قرآن کی ١٧٠٠٠ آیتیں تھیں اور جب اَلْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ (مصاحف میں لکھا جا چکا ہے) کہا تو پتہ چلا جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو یاد کیا وہاں اس کو مصاحف میں لکھا وہ مصاحف جن کو مصاحف عثمانیہ کے نام سے مسلمان یاد کرتے ہیں اور جب ہم نے اَلْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ (اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے) کہا تو پتہ چلا کہ کائنات میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی تلاوت عبادت متصور کی جائے اور اس کو نماز میں پڑھا جائے سوائے اس قرآن مجید کے جس کا ایک حرف پڑھنے سے انسان کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری قسمت میں کرے (آمین) [1]

---

[1] البرهان فی علوم القرآن ١/٢٧٨، والاتقان ١/٨٧، والنهاية فی غريب الحديث والأثر ٤/٣٠، والمعجم الوسيط ٢/١ /٧٢٢، ٧٣٠، ٧٣١ ودراسات فی علوم القرآن الكريم ١٨-٢٢ والمنجد ٧٨٨، ٧٨٩، ٧٩٨، ٧٩٩.

قرآن مجید کے فضائل

قرآن مجید ایک ایسی بے نظیر و بے مثال کتاب ہے کہ اس کی قدر ومنزلت و مرتبہ کا ادراک عام انسانی ادراکات کی سطح سے اس قدر ماوراء ہے کہ فکر انسانی خود قرآن مجید کی بیان کردہ تمثیلات اور سرور کائنات کے فرمودات پر انحصار کرتی ہے اور جن اوصاف و میزات و ممیزات و فضائل کو قرآن مجید اپنے اندر پنہاں کیے ہوئے ہے اس کو تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرآن مجید کے نزول سے لے کر آج تک اسی کی تفسیر و ترجمہ و مفاہیم و مدعا اور کسی نہ کسی گوشے کو واضح کرنے کے لیے لاکھوں کتابیں لکھی گئیں جن کا محور و مرکز و قطب یہی قرآن مجید ہی ہے چنانچہ ان فضائل میں چند کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے قرآن اور اہل قرآن کی فضیلت مترشح ہوگی۔

۱۔ قرآن مجید حبل اللہ (اللہ کی رسی) ہے:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو کہ کائنات کی رُشد و ہدایت کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین میں بھیجی ہے جیسا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كِتَابُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَمْدُودُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ)) [1]

’’اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف ممدود (پھیلی اور لٹکی ہوئی) ہے۔‘‘

جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فَبَعْدُ فَحَبْلُ اللّٰهِ فِينَا كِتَابُهُ ۔۔۔ فَجَاهِدْ بِهِ حِبْلَ الْعِدَا مُتَحَبِّلَا

---

[1] صحيح الجامع: ٤٤٧٣ و الصحيحة: ٢٤

’’قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہمارے درمیان ہے لہٰذا شکاری بن کر دشمنوں کے مکر وفریب کا اس قرآن ہی کے ذریعے مقابلہ کرو۔‘‘

اور جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَبْشِرُوْا فَإِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهٗ بِأَيْدِيْكُمْ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَهْلِكُوْا وَلَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ أَبَدًا .)) [1]

’’خوش ہو جاؤ اس قرآن کا ایک کنارہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اس کو مضبوطی سے تھام لو بے شک اس کے بعد نہ تم ہلاک ہوگے اور نہ ہی گمراہ ہوگے۔‘‘

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس قرآن مجید اور حبل اللہ کو جب تلک مسلمانوں نے پکڑے رکھا پوری کائنات پر ان کا قبضہ رہا اور جونہی یہ کنارہ چھوٹا زندگی کی لذتیں اور حلاوتیں اپنا پلو (کنارہ) چھڑا گئیں اور اضطرابات، تنزل اور پریشانیوں نے ڈیرے ڈال لیے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر آج بھی اس قرآن مجید کو تھام لیا جائے تو وہی شان وشوکت، رعب و دبدبہ، دولت و ثروت، حکومت و اقتدار مسلمانوں کے قدم چوم سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رسی کو تھامنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

۲۔ قرآن مجید نور اور ہدایت کا منبع ومصدر ہے:

قرآن مجید نور و ہدایت کا منبع ومصدر ہے چنانچہ زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَمَّا بَعْدُ أَلَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَأُجِيْبَ وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ مَنِ اسْتَمْسَكَ بِهٖ وَأَخَذَ بِهٖ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ أَخْطَأَ ضَلَّ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا

---

[1] صحيح الجامع : ٣٤ والصحيحة : ٧١٣.

بہ ..... الحدیث .)) ❶

’’خبردار اے لوگو! میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغمبر آئے اور میں اس پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جاملوں، اور میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جن میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور نور ہے جس نے اس کا تمسک کیا اور اس پر عمل کیا وہ ہدایت پر رہے گا اور جس نے (اس کے تمسک اور عمل کرنے میں) غلطی کی وہ گمراہ ہوگا پس کتاب اللہ کو پکڑو اور اسی کا تمسک کرو۔‘‘

تو اس حدیث میں رشد و ہدایت و نور کو قرآن مجید کے تمسک اور اس پر عمل کرنے پر موقوف کیا گیا ہے اور اس سے دوری اور ترک پر گمراہی کی نوید سنائی گئی ہے کاش کہ مسلمان اس منبع رشد و ہدایت کو سینے سے لگا کر اس کی ضیاپاشیوں سے اپنے روحانی اندھیروں اور اندھیر نگریوں میں اجالا کرسکیں۔

۳۔ قرآن مجید کی تلاوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی دلیل ہے:

قرآن مجید کی تلاوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی دلیل ہے، چنانچہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلْيَقْرَأْ فِي الْمُصْحَفِ)) ❷

’’جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے پس وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔‘‘

تو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے لیے علامت ونشانی قرآن مجید (مصحف) کی تلاوت بیان کی گئی ہے لیکن افسوس ہے مسلمانوں پر کہ صبح اُٹھ کر قوالی گانے تو سن سکتے ہیں نہ تلاوت کریں گے اور نہ سنیں گے اور افسوس ہے ان پڑھی لکھی

---

❶ صحيح الجامع : ۱۳۵۱.

❷ صحيح الجامع : ۶۲۸۹ والصحيحة : ۲۳۴۲.

عورتوں پر جن کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ قرآن کی تلاوت کرلیں، اخبارِ جہاں اور میگزین جتنے دے دو، رسالے اور ڈائجسٹ جتنے بھی ہوں اس کے قصص سب اَزبر ہوں گے۔ کاش اے مسلمان عورت! تو نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی ہوتی۔ قرآن مجید کی تلاوت کی ہوتی تو تیرے بطن سے صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم رحمہ اللہ پیدا ہوتے لیکن تو نے اپنی غذا غلیظ رسالوں میں تلاش کی تو اللہ جل شانہ نے بھی پھر وہ اولاد دی جو تیرے لیے عبرت بن گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی تلاوت کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

۴۔ قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت دس نیکیوں کا باعث:

قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت دس نیکیوں کا باعث ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُوْلُ (الٓمٓ) حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَ مِيْمٌ حَرْفٌ.)) ❶

"جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے اس کو ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی اپنی دس مثلیں اپنے ساتھ ملاتی ہے، میں (محمد ﷺ) نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف اور لام اور میم تین الگ الگ حرف ہیں (جس کی تیس نیکیاں ملتی ہیں)۔"

اور ایک دوسری روایت میں یہی راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ فَإِنَّكُمْ تُؤْجَرُوْنَ عَلَيْهِ أَمَا إِنِّيْ لَا أَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ عَشْرٌ وَلَامٌ عَشْرٌ وَمِيْمٌ عَشْرٌ فَتِلْكَ ثَلَاثُوْنَ.)) ❷

❶ صحيح الجامع: ٦٤٧١

❷ صحيح الجامع: ١١٦٤ والصحيحة: ٦٦٠

”قرآن مجید کی تلاوت کرو بے شک تم اس پر اجر دیے جاؤ گے خبردار میں نہیں کہتا کہ الم حرف ہے بلکہ الف کی دس نیکیاں اور لام کی دس نیکیاں اور میم کی دس نیکیاں یہ تیس نیکیاں ہوئیں (جو الٓمّٓ پڑھنے والے کو ملتی ہیں)“

اے اسلام کے دعویدار! کبھی تم نے سوچا کہ کائنات کا ہر کام تو کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کبھی تو نے قرآن مجید کو بھی کھولا اور تو جانتا ہے کہ ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں اور اگر قیامت کو ایک نیکی کی ضرورت پڑ گئی تو کون دے گا؟ اس دن تو ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ○ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ○ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ○﴾ (عبس: ٣٤-٣٦) ”بھائی بھائی سے بھاگ جائے گا اور ماں اور باپ بھاگ جائیں گے اور بیوی بھاگ جائے گی اور بیٹے بھاگ جائیں گے۔“...... یعنی ایک نیکی دینا بھائی کے بس کی بات نہیں ہوگی ساری زندگی اس بھائی کے پیچھے جان دینے والے امی امی اور ابو ابو کہنے والے اور بیوی جس کے پیچھے لگ کر والدین کو ناراض اللہ تعالیٰ کو ناراض اولاد کے لیے سود خوری ڈاکے اور کیا کیا پاپڑ بیلتا ہے جب اس انسان کو نیکی کی ضرورت پڑی تو سارے ہی انکار کر دیں گے اور بھاگ جائیں گے پھر اے مسلمان تو کہاں جائے گا؟ اس لیے آج وقت ہے جنت و نیکیوں کا بازار انتہائی سستا ہے۔ اُٹھ اور قرآن مجید کو پکڑ اور نیکیوں کے انبار لگا شاید کہ بقیہ زندگی ان نیکیوں سے بھر جائے اور سابقہ زندگی کی برائیاں بھی ڈھل جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے (آمین)

۵۔ قرآن مجید کی تلاوت کا سماع بھی باعث اجر وثواب:

جس طرح قرآن مجید کی تلاوت کا اَجر وثواب ہے اسی طرح اس کی تلاوت کو سننا بھی باعث اَجر وثواب ہے چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اسْتَمَعَ إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى كُتِبَ لَهُ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) [1]

[1] مسند الإمام أحمد: ٣٤١/٢

”جو قرآن مجید کی ایک آیت سنتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اضافہ کی ہوئی نیکی لکھ دیتے ہیں اور جو اس کی تلاوت کرتا ہے تو یہ آیت قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگی۔“

لیکن آج کا مسلمان اپنی روحانی غذا تلاوت سننے کے بجائے گانوں اور گندے ڈراموں سے حاصل کرتا ہے۔ اے کاش کبھی تم نے اسلام کا معنی ذہن میں بٹھایا ہوتا تو کبھی قرآن کی تلاوت کو چھوڑ کر کسی سنگر اور غیرت سے دور ہونے والی کی موسیقی اور قوالی اور ڈرامے نہ سنتا۔ کبھی تم نے سوچا کہ میں جہاں فحش محافل اٹینڈ کرتا ہوں کبھی دینی اور قرآنی محفل میں بھی بیٹھ جاؤں؟ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جھولی بھر لوں جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ.))

”جو قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کریں اور مدارست و دور کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سکونت نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور (اپنے پروں سے) ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنے مقرب فرشتوں (جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں) کے پاس کرتے ہیں اور جس نے عمل کرنے میں سستی کی اس کا نسب نامہ اس کو فائدہ نہیں دے گا۔“

تو اس حدیث میں دینی مجلس اور قرآنی محفل کی کیا ہی شان بیان ہوئی ہے کہ جب دین پر اکٹھے ہوں، قرآن کی تلاوت کریں اور آپس میں اس کی مدارست کریں تو چار عظیم انعام ملتے ہیں:

- ❀ ان پر سکون نازل ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا یعنی ان کی زندگی بھی سکون والی ہو جاتی ہے۔
- ❀ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لے اس سے بڑھ کر سعادتمندی کیا ہے؟
- ❀ فرشتے ان کے پروٹوکول اور حفاظت و اکرام کے لیے آتے ہیں اور ان کا گھیراؤ کر لیتے ہیں۔
- ❀ اور اللہ جل شانہ اپنے پاس فرشتوں کے سامنے ان سعادتمندوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

کیا ہی عظمت اور رفعت و شان وشوکت ہے ان لوگوں کی جو یہ انعامات جھولیاں بھر کر لاتے ہیں حتیٰ کہ ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو آسمان سے منادی نداء کرتا ہے:

((قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَكُمْ))❶

''کھڑے ہو جاؤ تم سب معاف کر دیے گئے ہو۔''

اور ایک روایت میں آتا ہے:

((قُوْمُوْا قَدْ غَفَرَاللّٰهُ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَبُدِّلَتْ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ .))❷

''کھڑے ہو جاؤ تمھارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے اور تمھارے گناہ نیکیوں میں بدل دیے گئے ہیں۔''

الٰہی ہمیں توفیق عطاء فرما کہ ہم ایسی مجالس قائم کریں اور ایسی مجالس میں شرکت کریں تا کہ دونوں جہانوں میں سرخرو ہو سکیں۔ آمین

٦۔ قرآن مجید پر عمل بلندی اور اس سے انحراف تنزل کا باعث ہے:

قرآن مجید ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کتنی ہی قوموں کو

❶ صحیح الجامع: ٥٦٠٩ والصحیحة: ٢٢١٠.

❷ صحیح الجامع: ٥٦١٠ والصحیحة: ٢٢١٠.

بلند کرتا اور کرے گا اور اس سے انحراف و اعراض کی صورت میں کتنی ہی قوموں کو برباد اور ذلیل کرے گا چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ .)) ❶

"بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ساتھ کتنی قوموں کو بلند کرتا ہے اور کتنوں کو پست کرتا ہے۔"

ذرا غور کیا جائے اور تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب تک قرآن مجید سے محبت وعمل خالص تھا مسلمان کائنات پر کمندیں ڈالے ہوئے تھا آج وہی مسلمان پوری کائنات میں مظلوم و مقہور اور ذلیل و رسوا ہے جو اس قرآن سے اعراض اور انحراف کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمارے قلوب میں سے تمام محبتوں کو نکال کر قرآن کی محبت سے بھر دے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

۷۔ قرآن مجید کی تلاوت زمین میں عزت اور آسمان پر خوشگواری و آرام اور لامحدود وقت کی سیر ہے:

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو دنیا میں بھی عزت ملتی ہے اور آسمان میں بھی اس کے لیے خوشگواری ہی ہوگی۔ چنانچہ ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ وَعَلَيْكَ بِالْجِهَادِ فَإِنَّهُ رَهْبَانِيَةُ الْإِسْلَامِ وَعَلَيْكَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ رَوْحُكَ فِي السَّمَآءِ وَذِكْرُكَ فِي الْأَرْضِ .)) ❷

"میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ ہر چیز کی اصل ہے اور جہاد کرنا کیونکہ جہاد اسلام کی رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید

❶ صحيح الجامع: ١٨٩٦ ومسلم: ١٨٩٤، ١٨٩٥ وابن ماجه: ٢١٨.

❷ صحيح الجامع: ٢٥٤٣ والصحيحة: ٥٥٥.

کی تلاوت کیا کر کیونکہ یہ ذکر و تلاوت تیرے لیے آسمان میں خوشگواری اور بغیر قید وقت کے سیر کرنے اور زمین میں عزت کا باعث ہے۔"

تو زمین میں عزت اور آسمان میں خوشگواریاں اسی قرآن سے ہی ممکن ہیں اس لیے اے وہ مسلمان! جو دنیا کے مال و متاع سے عزت کا متلاشی ہے آج ہی تلاوت قرآن میں مگن ہو تیری عزت کی خواہشات پوری ہو جائیں گی اور واقعی کوئی لاکھ پتی ہو کروڑ پتی ہو کیا شان ہے اس تلاوت کرنے والے کی کہ یہ آگے مصلیٰ پر ہوتا ہے امام ہوتا ہے خواہ کتنا ہی غریب ہو اور یہ کروڑ پتہ مقتدی ہوتا ہے اور استقبال کرتا ہے اور قاری اسٹیج پر بیٹھ کر تلاوت کرتا ہے اور یہ ارب پتی دیکھ دیکھ کر حسرت کے آنسو بہاتا ہے فَوَا عَجَبًا لِلْمُسْلِمِيْنَ پس تعجب ہے، مسلمانوں پر کہ یہ قرآن کو پھر کیوں اپنے سے دور کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس میزے کو حاصل کریں۔ آمین

۸۔ قرآن مجید بہترین سفارشی ہے:

قرآن مجید جہاں دنیا و آخرت میں عزت کا باعث ہے وہاں یہ قیامت کے دن بہترین اور مضبوط سفارشی بھی ہے۔ چنانچہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((اُقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهٗ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهٖ .)) [1]

"قرآن مجید کی تلاوت کرو بلاشبہ یہ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں کی سفارش کے لیے آئے گا۔"

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَا حِلٌّ مُصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهٗ أَمَامَهٗ قَادَهٗ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَهٗ سَاقَهٗ إِلَى النَّارِ .)) [2]

---

[1] مسلم: ٨٠٤.

[2] صحيح الجامع: ٤٤٤٣ والصحيحة: ٢٠١٩

”قرآن مجید سفارش کرنے والا اور سفارش میں ضد کرنے والا اور جھگڑالو اور تصدیق کرنے والا ہے جو اس کو اپنا امام بنائے گا (زندگی کے ہر معاملات میں مقدم رکھے گا) اس کو یہ جنت میں لے جائے گا اور جس نے اس کو اپنے پیچھے رکھا اس کو جہنم میں کھینچ کر لے جائے گا۔“

بلاشبہ قرآن سے بڑھ کر کوئی بھی سفارشی نہیں ہوگا کیونکہ قرآن مجید اللہ جل شانہ کی کلام حقیقی ہے اور جب کلام ہی اپنے کلام کرنے والے کے سامنے گواہی دے دے تو پھر سفارش کیوں نہ قبول ہوگی۔ چنانچہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ أَوْثَقُ شَافِعٍ   وَأَغْنَى غَنَاءً وَاهِبًا مُتَفَضِّلَا

”اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک مضبوط شافع (سفارش کرنے والی) ہے اور نہایت کافی اور بخشش وفضل والی ہے۔“

اور اس پر مستزاد قرآن مجید اپنے پڑھنے والے کے لیے ضد کرے گا یہاں تک کہ اس کو بخشوالے گا جیسا کہ امام شاطبی فرماتے ہیں:

يُنَاشِدُ فِي إِرْضَائِهِ لَحَبِيبِهِ   وَأَجْدِرْ بِهِ سُؤْلًا إِلَيْهِ مُوَصَّلَا

”قرآن مجید اپنے دوست کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں ضد کرے گا (کہ اس کو بخش دے) اور قرآن مجید کے ایک کامیاب مطلوب ہونے کا کیا کہنا ہے۔“

میرے مسلمان بھائی! یہ سفارش کس کے لیے کرے گا؟ جو اس کی تلاوت کرے گا نہ کہ جو اس کو غلاف میں بند کر کے طاق یا الماری میں رکھے اور ڈائجسٹ و اخبارات و رسائل کو سینے سے لگائے گا ذرا اپنے دل سے سوچ کہ پوری کائنات کی خبریں تم نے پڑھ لیں کیا قرآن بھی پڑھا؟ اگر دو صفحے پڑھے تو کیا اس کا حق ادا کیا پڑھنے میں؟ اور کیا اس کو سمجھنے کی کوشش کی؟ جواب نہیں میں ملے گا تو یاد رکھنا اگر جواب نہیں میں ہے تو پھر یہی قرآن بقول رسول اللہ ﷺ تمھیں گھسیٹ کر جہنم میں لے جانے کا سبب نہ بن جائے اور کیوں نہ لے

کر جائے سارا قرآن مجید تو کجا تو نے تو فاتحہ کا ترجمہ و مفہوم بھی سمجھ کر نہ پڑھا اور بعض بدقسمت تو اس فاتحہ سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اپنی کم عقلی و کم فہمی کی بنیاد پر اور سبع الشانی کی صفت کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَفْضَلُ الْقُرْآنِ اَلْحَمْدُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)) [1]

''قرآن مجید میں افضیلت سورۃ الفاتحہ (الحمد للہ رب العلمین) کو ہے۔''

اس لیے کہ اس میں انسان اپنی عبودیت اور اپنے رب و خالق و مالک کی ربوبیت و ملوکیت کا اعتراف کرتا ہے تو جو شخص اس فاتحہ کو بھی نہیں پڑھتا اس کا مفہوم نہیں سمجھتا اور پانچوں نمازوں میں بار بار وعدہ کر کے پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے در پر سر کو جھکاتا ہے بھلا کیسے اس کے لیے بخشش کا سبب بنے گا کیسے اس پر فضل کی بارش کروائے گا، گویا کہ اگر وہ اتنا شعور بھی نہیں رکھتا کہ فاتحہ کو ہی غور و فہم سے پڑھ کر عمل کرے تو پھر اس کا ہم نشیں ہونا تو دور کی بات ہے اس نے قرآن مجید سے تعلق رکھنا پسند ہی نہیں کیا حالانکہ قرآن مجید جیسا کائنات میں کوئی بھی ہم نشیں نہیں دنیا کے دوستوں سے ہر شخص اکتا جاتا ہے لیکن قرآن مجید کی بابت امام شاطبی فرماتے ہیں:

وَخَيْرُ جَلِيْسٍ لَا يَمَلُّ حَدِيْثُهُ وَتَرْدَادُهُ يَزْدَادُ فِيْهِ تَجَمُّلَا

''قرآن مجید بہترین ہم نشیں ہے جس کی باتوں میں کبھی بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی اس کا بار بار ورد اس کے جمال میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔''

اور صرف قرآن مجید اکتاہٹ کو ہی ختم نہیں کرتا بلکہ جو اس سے ہم نشینی کر لیتا ہے اس کے لیے دُنیا کیا قبر میں بھی بہترین ہم نشیں ثابت ہوتا ہے اور اندھیری قبر کی کوٹھڑی میں روشنی کا مینار بن جاتا ہے جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَحَيْثُ الْفَتٰى يَرْتَاعُ فِي ظُلُمَاتِهِ مِنَ الْقَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مُتَهَلِّلَا

[1] صحيح الجامع ١١٢٥، والصحيحة : ١٤٩٩.

”اور جب قبر کی تاریکیوں میں جوان بے چین ہوگا تو یہ قرآن مسرور وشاداب
اور روشنی کا مینار بن کر اسے ملے گا۔“

اور صرف ملاقات نہیں کرے گا بلکہ زندگی میں اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے کو مبارک باد دے گا اور قبر کو آرام گاہ اور باغ بنانے کا سبب بنے گا جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُنَالِكَ يَهْنِيهِ مَقِيلًا وَرَوْضَةً ‏ ‏ ‏ وَمِنْ أَجْلِهِ فِي ذِرْوَةِ الْعِزِّ يُجْتَلَا

”قرآن مجید قاری کو مبارک باد دے گا کیونکہ قبر آرام گاہ اور باغ بن جائے گی
اور یہ قاری قرآن اسی کی وجہ سے عزت کی بلندیوں پر دیکھا جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن مجید کے ثمرات کو حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور میں بقول شاطبی اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کرتا ہوں کہ اے ہمارے پروردگار اے ہمارے مالک وخالق ورازق:

وَيَجْعَلُنَا مِمَّنْ يَكُوْنُ كِتَابُهُ ‏ ‏ ‏ شَفِيْعًا لَهُمْ إِذْ مَا نَسُوْهُ فَيَمْحَلَا

”ہمیں ان لوگوں میں ہونے کی توفیق دے کہ جن کے لیے اس کی کتاب
سفارشی ہوگی کیونکہ انھوں نے اس کو بھلایا نہ ہوگا کہ وہ شکایت کرے۔“

۹۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رضا اور تاج کرامت کا سبب ہے:

قرآن مجید قیامت کی ہولناکیوں میں جہاں ہر انسان خوف و ہراس میں ہوگا اپنے پڑھنے والے کو کرامت کا تاج پہنائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا لے کر دے گا چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَجِيءُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ حَلِّهِ فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ زِدْهُ فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَرْضَ عَنْهُ فَيَرْضٰى عَنْهُ فَيَقُوْلُ اقْرَأْ وَارْقَ وَيُزَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً .)) [1]

”قیامت کے دن قرآن مجید آئے گا اور کہے گا اے میرے رب اس قاری کو نیا

[1] صحيح الجامع: ۸۰۳۰.

لباس پہنا دے تو اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا پھر قرآن مجید کہے گا اے میرے رب اور زیادہ کر، پھر اس قاری کو کرامت کی خلعت فاخرہ پہنائی جائے گی پھر کہے گا اے میرے رب اس سے راضی ہو جا تو اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو جائیں گے پھر کہیں گے اب تو پڑھ اور سیڑھیاں چڑھ ہر آیت کے ساتھ ایک نیکی زیادہ کی جائے گی۔"

کیا ہی شان ہے اس قرآن مجید کی۔ قیامت کی ان ہولناکیوں میں یہ شرف اور مرتبے دلائے گا، جن میں سب سے بڑا مرتبہ اللہ مالک الملک کی رضا لے کر دے گا اور کیوں نہ لے کر دے اس لیے کہ قرآن پڑھنے والے تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((أَهْلُ الْقُرْآنِ أَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهُ .)) [1]

"اہل قرآن اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہوتے ہیں۔"

اور انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى أَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ .))

"بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص دوست ہوتے ہیں۔"

جب پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں؟ تو فرمایا:

((أَهْلُ الْقُرْآنِ هُمْ أَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهُ .)) [2]

"قرآن والے اہل اللہ ہیں اور خاص لوگ ہیں۔"

یہ راز کسی کو معلوم نہیں کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

---

[1] صحيح الجامع: ٢٥٢٨

[2] صحيح الجامع: ٢١٦٥

اے میرے مسلمان بھائی! اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور خاص بننا یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ کچھ ایسے اوصاف ہیں جن کو انسان اپنے اندر پیدا کرتا ہے تب جا کر وہ خاصیت کی ڈگری حاصل کرتا ہے جن میں سب سے پہلے اخلاص، تقویٰ، صبر اور نیک کردار ہے جیسا کہ امام شاطبی فرماتے ہیں:

أُولُـوْا الْبِـرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالصَّبْرِ وَالتُّقٰی
حُلَاهُـمْ بِهَـا جَـاءَ الْـقُـرْآنُ مُفَصَّلَا

''اہل اللہ اور مخلص و باعزت وہ لوگ ہوتے جن کی صفات نیک کردار، اخلاص اور صبر وتقویٰ ہو۔ ان کا یہ زیور قرآن مجید نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔''

اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان اوصاف کو حاصل کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی مہر اس پر ثبت ہو سکے چنانچہ میں امام شاطبی کی زبان میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ

عَـلَيْكَ بِهَـا مَا عِشْتَ فِيْهَـا مُنَـافِسًـا
وَبِـعْ نَـفْسَكَ الـدُّنْيَـا بِـأَنْفَاسِهَا الْعُلٰی

''اپنے لیے ان اوصاف کو لازم سمجھ جب تک تو دنیا میں زندہ ہے، اور انھیں میں رغبت رکھ اور حقیر نفس کو ان نفیس عالی شان اعمال کے بدلے فروخت کر۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ آمین

۱۰۔ قرآن مجید ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ جس پر رشک کیا جا سکتا ہے:

اللہ جل شانہ نے انسان کی تکریم کرتے ہوئے عربوں نعمتیں عطا کی ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (إبراهيم: ٣٤)

''اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔''

ان تمام نعمتوں میں سے عظیم نعمت قرآن مجید ہے کہ جس پر انسان رشک کر سکتا ہے کہ یاالٰہی یہ نعمت مجھے بھی عطا فرما دے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ

نے فرمایا:

((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.)) [1]

''دو چیزوں میں رشک کرنا جائز ہے ایک ایسے آدمی پر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی نعمت دی ہو اور وہ اس کو دن رات پڑھتا ہو دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت دی ہو اور وہ دن رات اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔''

اے میرے بھائی! ذرا سوچیے آج ہمیں رشک ہوتا ہے تو کس پر؟ دنیا کا مال و متاع دیکھ کر کہ کاش میرے پاس لمبی لمبی گاڑیاں ہوں! میرے پاس بینک بیلنس ہوں۔ میرے پاس کوٹھیاں اور کارخانے ہوں اور میں بھی اس مال کی بدولت عزت والا بنوں اور دنیا میں میری شہرت کا ڈنکا بجے اور لوگ مجھے رُک رُک کر سلام کریں، لیکن نتیجہ کیا نکلا کہ دنیا کی ہوس اور لالچ ونشہ نے ہمیں جب قرآن مجید پر رشک کرنے سے دور کیا تو ذلت و رسوائیوں نے ڈیرے ڈال لیے اور غیر مسلم قوموں نے اپنے ظلم اور زیادتی کے دروازے ہم پر کھول دیے اور بالکل بے قیمت لوگ ہماری اسلامی حکومتوں پر براجمان ہوئے جس کے نتیجہ میں خوف و بدامنی وقتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ و سودخوری و خویش پروری کا دور چلا اور ہم تنزل اور پستیوں کے گہرے سمندر میں دھکیل دیے گئے کاش ہم نے رشک کیا ہوتا قرآن والے پر تو کائنات ہماری غلام بن جاتی۔ ہمیں جنگل کے شیر بھی سلام کرتے لیکن قرآن کو جب چھوڑا تو سزا یہ ملی کہ وہ کتا جس کو گھر میں رکھنے سے اُحد پہاڑ جتنا اجر ضائع ہو جاتا ہے (سوائے شکاری کتے اور حفاظت کرنے والے کے) جو برتن کو منہ لگا دے تو سات مرتبہ دھونا پڑتا ہے اس کو اس صابن و شیمپو سے کلمہ پڑھنے والا اپنے

[1] صحیح البخاری: ۵۰۲۵، ۵۰۲۶، ومسلم: ۸۱۵، ۸۹۱ والترمذی: ۱۹۳۷، وابن ماجہ ۴۲۰۹، وصحیح الجامع: ۷۴۸۷، ۷۴۸۹۔

ہاتھوں سے نہلاتا ہے اس کی مالش کرتا ہے تو بتلاؤ اس سے بڑھ کر کوئی ذلت ہے؟ کہ جو نوکر تھا، یہ ڈگری ہولڈر مسلمان اس کا نوکر بن گیا وجہ صرف قرآن مجید کی نعمت سے دوری اور جہالت ہے۔ آج یہ مسلمان رشک کرتا ہے تو کسی ہیرو اور کھلاڑی کے کھیل تماشے پر۔ اگر رشک کرتا ہے تو انگریز، ہندو اور یہودی لابی کے رسم ورواج پر۔ اگر رشک کرتا ہے تو غیر مسلم اَقوام کی عادات واطوار پر حتیٰ کہ شاعر کا دل تلملا اُٹھتا ہے اور یوں گویا ہوتا ہے:

وضع میں ہو تم نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

کاش اس نے رشک کیا ہوتا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت وشرافت وقربانیوں پر۔ کاش اس نے رشک کیا ہوتا عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت اور غیرت ایمانی پر۔ کاش اس نے رشک کیا ہوتا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا اور محبت قرآن پر۔ کاش اس نے رشک کیا ہوتا علی رضی اللہ عنہ کی جوانمردی وبہادری پر تو آج پوری دنیا اس کی غلام ہوتی لیکن اس نے اپنے آئیڈیل بدلے تو خود اغیار کا غلام بن گیا اللہ مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد کرنے کی توفیق دے اور اپنے اوصاف وميزات کو برقرار رکھنے اور قرآن وسنت پر رشک کرنے کی توفیق دے اور دین کا فہم وبصیرت دے تاکہ اسلام کی سرفرازی اور حقانیت ان کے دلوں میں رچی بسی رہے اور وہ دشمن اسلام کے مقابلہ کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہیں۔ آمین

۱۱۔ قرآن مجید کا معلم ومتعلّم پوری کائنات سے افضل ہے:

قرآن مجید ایک ایسی بابرکت کتاب ہے کہ جس کا تعلق اس سے جڑ جاتا ہے وہ بھی اس تعلق کی بدولت بابرکت اور برگزیدہ بن جاتا ہے چنانچہ عثمان وعلی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ.)) [1]

[1] صحيح الجامع: ۳۳۱۹، البخاری: ۵۰۲۷ وتحفه الأخيار: ۷۳ب والصحيحة: ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، أبو داود: ۱۴۵۲ والترمذی: ۲۹۰۹ وابن ماجه: ۲۱۱

''تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن کی تعلیم لے اور اس کی تعلیم دے۔''

اور سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((خِيَارُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) ❶

''تم میں سے اعلیٰ اور پسندیدہ وہ ہے جو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔''

اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں فرمان نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ.)) ❷

''بے شک تم میں افضل ترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔''

تو گویا افضلیت اور پسندیدگی اور اعلیٰ ہونے کا معیار قرآن مجید کی تعلیم و تعلم ہے لیکن آج کا مسلمان دولت فانی کے گھمنڈ میں آکر افضلیت کی کسوٹی اور اعلیٰ ہونے کا معیار اپنی جھوٹی دولت و ثروت اور گاڑیوں کو تصور کرتا ہے اور پھر اس تصور کو سچا بھی سمجھتا ہے اور عجیب و غریب دلائل پیش کرتا ہے اور یہی وہ فکر مذموم ہے جو کہ مسلمانوں میں سرایت کر گئی اور تخلف و ذلت نے اپنے پنجے گاڑ لیے اور آخر کار قرآن مجید کی اس نعمت سے خود کو بھی دور کیا اور اپنے عمل سے لوگوں کو بھی قرآن مجید سے دور کیا حتیٰ کہ ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ﴾ کا مصداق تو یہود تھے لیکن مسلمانوں نے دنیا فانی میں کھو کر اپنے اوپر اس کی مہر ثبت کروائی۔ اے کاش مسلمان تو نے اپنے فضل و برتری و فضیلت کو برقرار رکھا ہوتا تو آج اغیار کا غلام نہ بنتا آج ورلڈ بینک اس کو ذلت کا ناچ نہ نچاتا۔ مسلمان اپنے امتیازات کو زندہ رکھتا جو کہ قرآن مجید کی تعلیم و تعلم میں تھا تو آج کشمیر میں ہندو مستیاں نہ کرتا، چیچنیا میں مسلمانوں پر آگ نہ برسائی جاتی، فلسطین کو اُلٹی چھری سے ذبح نہ کیا جاتا اور کاش

---

❶ صحیح الجامع: ٣٢٦٨، والصحیحة: ١١٧١، وتحفة الأخیار: ٥٧٣٧، ٥٧٣٨.

❷ البخاری: ٥٠٢٨ وتحفة الأخیار: ٥٧٣٣.

مسلمان اپنا ماضی نہ بھولتا تو ماضی کے اوراق اس کو بتلاتے کہ جب مسلمانوں نے اپنے میزات کو سلامتی کے ساتھ پکڑے رکھا تو وہ برکات پھیلیں اور وہ ترقیاں ہوئیں اور وہ کرامات ظہور پذیر ہوئیں کہ شاعر نے اسے قلمبند کیا اور کہا:

لیے علم و فن ان سے نصرانیوں نے
کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
ادب ان سے سیکھا صفا ہانیوں نے
کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

اس لیے میرے مسلمان بھائی ذرا سوچیے اور قرآن مجید کی غیرت کو سینے میں پیوست کر لے اور ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان لے کر عمل پیہم کی ڈھال لے کر کھڑا ہو جا اور میدان کارزار میں یوں پکارو:

ساقی میرے خلوص کی شدت کو دیکھنا
پھر آ گیا ہوں شدت دوراں کو ٹال کر

اور قدم بڑھاتے ہوئے شرک و بدعت کا قلع قمع کرتے ہوئے دنیا والوں کو خواب سے یوں بیدار کرو کہ فوراً اس فضیلت کا ہار زیب تن کریں اور آواز دو:

چھین لو بڑھ کے سمندر سے تلاطم کی لگام
ایسے ٹکراؤ کہ ہر موج کو خوباں کردو

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں اور اس فضیلت کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں۔ آمین

۱۲۔ قاریٔ قرآن قیامت کے دن فرشتوں کی صف میں کھڑا ہوگا:

قاریٔ قرآن جہاں پوری کائنات سے افضل و اعلیٰ ہے وہاں دنیا کے بعد یوم حساب

میں بھی اس کی تکریم بے نظیر ہوگی کہ اس کو مقربین فرشتوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا۔

چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ .)) ❶

"قرآن مجید کا ماہر مقربین فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے لیکن زبان کی رکاوٹ سے (لکنت کی وجہ سے) ہکلاتا ہے (اٹکتا ہے) اور اس پر گراں گزرتا ہے تو اس کو دگنا اجر ملے گا۔"

تو قرآن مجید جہاں دنیا میں قاری اور ماہر کو فضیلت مآب بناتا ہے وہاں قیامت کی ہولناکیوں میں بچائے گا کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى﴾ (الحج: ۲)

"جس دن تم اسے (قیامت) دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش (نشے والے، متوالے) دکھائی دیں گے، حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے۔"

اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((يَقُوْمُ أَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهِ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ .)) ❷

"(قیامت کے دن کہ جس دن ہر شخص اپنے رب کے لیے کھڑا ہوگا) اس حالت میں کھڑا ہوگا کہ اس کا پسینہ اس کے کانوں کے درمیان تک پہنچا ہوگا۔"

---

❶ البخاری: ۴۹۳۷ ومسلم: ۱۸۵۹ وصحیح الجامع: ۵۴۹۷،۶۶۷۰.

❷ البخاری: ۶۵۳۱.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا:

((يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِينَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ .)) [1]

''قیامت کے دن لوگ اپنے پسینے میں (قیامت کے خوف وہراس اور ہولناکیوں کی وجہ سے اور بدعملوں کی وجہ سے) ڈبکیاں کھا رہے ہوں گے حتیٰ کہ ۷۰ ہاتھ تک ان کا پسینہ زمین میں ہوگا اور ان کو پسینے کی لگام پہنائی جائے گی اور ان کے کانوں تک ہوگا۔''

ہر شخص کو اپنے عمل کے مطابق خوف وہراس ہوگا اور کسی کا پسینہ ٹخنوں تک کسی کا گھٹنوں تک کسی کا کمر تک اور کسی کو لگام پہنائے گا اور کسی کو کانوں تک اور کچھ بدنصیب ۷۰ ہاتھ پسینے میں ڈبکیاں لے رہے ہوں گے لیکن ان ہولناکیوں میں اس قرآن مجید کے ماہر کو فرشتوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا اس کی تکریم کی جائے گی کاش مسلمان اس تکریم کو سمجھیں لیکن صد افسوس ہے مسلمانوں پر کہ یہی ماہر وقاری ان کو برا لگتا ہے کہ نہ خود کوشش کرتے ہیں کہ ہم قاری و ماہر بنیں بلکہ جو بننا چاہے اسے روکتے ہیں اور جو قاری یا ماہر بن جائے پھر بھی اس کو مال و دولت کی کسوٹی پر تولتے ہوئے حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور ساتھ اس عمل کو رد کرنے کے لیے باقاعدہ دلائل دیتے ہیں کہ اسلام میں تنگی اور تکلف نہیں یہ تو ہم بھی نہیں تسلیم کرتے کہ تنگی اور تکلف ہے لیکن ذرا سوچیں کہ بھلا یہ کہہ دینا کافی ہوگا؟ نہیں تنگی و تکلف سے دور ہو کر قرآن کو پڑھیں تو سہی، ماہر تو بنیں، لیکن پھر بہانے ہوتے ہیں کہ جی ہر کوئی تو قاری نہیں بن سکتا، زبان موٹی ہے کیا کریں؟ میرے بھائی! ذرا سوچ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر صحیح زبان والا ایک حرف پڑھے تو اس کو دس نیکیاں ملیں گی لیکن جس کا نطق اور تلفظ زبان کی رکاوٹ و موٹی ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوتا لیکن وہ محنت کرتا ہے اور تلاوت کرتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس محنت کا اجر اس کو دُگنا دیتے ہیں لیکن اگر بہانوں پر تکیہ

---

[1] البخاري: ٦٥٣٢.

ہوتو پھر نصیحت بھی اثر نہیں کرتی اس لیے میرے مسلمان بھائی ! اُٹھ اور تجدید عہد کر اور اپنی نیتوں کو خالص کر کے قرآن مجید کی نعمت کو سینے سے لگا اور......

فتح و نصرت کے لیے رب سے طلب امداد کر
غفلتوں بہانوں سے باز آجا عہد اپنا یاد کر
اُٹھ کھڑا ہو اپنے وعدے کو نبھانے کے لیے
دنیا میں اسلام کا آئین لانے کے لیے
دھر کو امن و آمان کا نقشہ دکھلانے کے لیے
سکہ طاقت کا زمانے پر بٹھانے کے لیے
بے کس و مسکین کی ڈھارس بندھانے کے لیے
دشمنان دینِ احمد کو مٹانے کے لیے
بے دین و ملحدوں کو سیدھا راہ دکھانے کے لیے
غفلتوں میں سوئے ہوؤں کو جگانے کے لیے
دنیا کو قرآن کا پیغام سمجھانے کے لیے
اس پر عمل کر کے جنت میں جانے کے لیے

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

۱۳۔ قاری قرآن کا عجیب وغریب اعزاز وشرف جنت کی سیڑھیوں کی شکل میں :

قاری قرآن جہاں قیامت کے بھیانک دن میں فرشتوں کی صف میں کھڑا ہوگا وہاں اس کو ایسے امتیاز و اعزاز وشرف سے نوازا جائے گا جو کہ نوعیت و کیفیت کے اعتبار سے نمایاں، منفرد اور انوکھا ہوگا جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن :

((يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اِقْرَأْ وَارْقَ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي

الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ كُنْتَ تَقْرَأُهَا .)) ❶

''قاری قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور سیڑھیاں (جنت کی) چڑھتا چلا جا اور جس طرح تو دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا آج بھی پڑھ (جنت میں) تیری منزل وہاں ہے جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔''

اور ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ بھی فرمایا تھا:

((يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ إِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اقْرَأْ وَاصْعَدْ فَيَقْرَأُ وَيَصْعَدُ لِكُلِّ آيَةٍ دَرَجَةً حَتّٰى يَقْرَأَ آخِرَ شَيْءٍ مَعَهُ .)) ❷

''قاری قرآن جب جنت میں داخل ہوگا تو اس کو کہا جائے گا کہ پڑھ اور سیڑھیاں چڑھ وہ قرآن مجید پڑھتا جائے گا اور سیڑھیاں چڑھتا جائے گا (ہر آیت کے بدلے ایک درجہ (منزل) چڑھے گا) حتی کہ آخری آیت جو اس نے یاد کی ہوگی اس کو پڑھے گا۔''

اور یہی اس کا مقام ہوگا تو ان دو حدیثوں سے قاری قرآن کا جو انفرادی اور بے مثال و بے نظیر اعزاز ظاہر ہوتا ہے اس کے حصول کو وہی شخص ممکن بنا سکتا ہے جس کو قرآن مجید سے بے پناہ محبت ہو اور وہ قرآن مجید کی محبت تمام کائنات کی محبتوں پر مقدم کرتا ہو۔ تو دیکھیں یہ قاری قرآن جس کو دنیا دار حقیر خیال کرتے ہیں قیامت کے روز کہ جس دن ساری خلقت نَفْسِی نَفْسِی کر رہی ہوگی اس دن اس کو سب سے پہلے تو قرآن مجید کی سفارش پر جنت میں داخل کیا جائے گا پھر جنت کے داخلے کے بعد اس کو حکم ہوگا کہ اے قاری قرآن اب تو قرآن کی تلاوت کرتا جا اور جنت کی سیڑھیاں چڑھتا جا اور وہ پڑھتا جائے گا اور سیڑھیاں چڑھتا جائے گا حتیٰ کہ آخری آیت تلاوت کرے گا اور وہاں اس کا مقام ہوگا۔ اے کاش مسلمان اس اعزاز کو سمجھ لیں تو کبھی قرآن مجید سے دور نہ ہوں اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی

---

❶ صحيح الجامع: ٨١٢٢، وصحيح أبي داؤد: ١٣١٧، والترمذي: ٢٩١٤ وأحمد: ١٩٢/٢

❷ صحيح الجامع: ٨١٢١.

چاہیے کہ قرآن مجید کی آیات کی گنتی میں اگر چہ اختلاف ہے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق ۶۶۶۶ آیتیں ہیں تو گویا اتنی سیڑھیاں قاری چڑھے گا لیکن آج ہم نے اس اِعزاز کو بھلایا اور اپنے اَسلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو بھلا دیا (جنھوں نے قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ سے جس طرح سنا من وعن اسی طرح ہم تک پہنچایا) تو شاعر بول اُٹھا:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا نے زمین پر آسمان سے ہم کو دے مارا

اور کیوں نہ ہم ذلتوں کا شکار ہوتے ہم نے قرآن کو تو کیا انسانیت کو ہی بھلا دیا اور بجائے اس کے کہ قرآن کی بدولت اغیار کو اپنا غلام بناتے ہم نے اپنے ہی بھائیوں کو کاٹنا اور کھانا شروع کر دیا حتیٰ کہ انسانی زندگی کی قدر و قیمت کھو بیٹھے اور کہنے والے نے کہا:

اے اشرف المخلوقات تجھے کیا ہو گیا ہے
تو تو آدم تھا آدم خور ہو گیا ہے

محبت کی فراوانی اور اخوت کی جہانگیری کی جگہ دھوکے کی فراوانی اور قومی مظالم کی جہانگیری نے لے لی اور قرآن مجید کی لذتوں اور حلاوتوں سے دور ہوئے تو خودکشی نے گھر گھر میں دنیا سے تنگ آ کر چھاپے مارے اور کتنی ہی جانیں تلف ہوئیں حتیٰ کہ شاعر بول اُٹھا:

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

اے میرے مسلمان بھائی! اُٹھ کھڑا ہو اور تجدید جرات کر اور یہ عزم کر اور قرآن مجید کو سینے سے لگا کر کفر و شرک و بدعت و گمراہیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے اور امن و امان کے دشمنوں کو کیفر دار تک پہنچانے کے لیے اللہ اکبر کا نعرہ لگا:

قسم ہے اَشہب توحید کی محشر خرامی کی
کہ اک جھٹکے میں توڑ دوں گا زنجیر غلامی کی

اور اس آوازے کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پھیل جا اور جوانوں کی بھاگ ڈور

سنبھال اور پوری کائنات کو کائنات کی غلامی سے نکال کر ربِ کائنات کی غلامی میں جکڑ دے اور بقول شاعر:

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر

اور مصائب و آلام اور دشمن طوفانوں سے اپنے آپ کو مضبوطی اور ایمان جیسی فولادی قوت سے بچاتا چلا جا اور اپنے ان پاک عزائم میں تزلزل نہ لانا اس لیے:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی اللہ پر ہو
تلاطم خیز طوفانوں سے گھبرایا نہیں کرتے

اور وہ لوگ جو ایمان اور تقوے کا لباس زیب تن کرتے ہیں ان کو شمشیروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بقول شاعر:

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس قوم کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

اور انتظار کر پر وہ دن دور نہیں کہ قرآن مجید کا پھریرا پوری دنیا میں لہرایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ابر یوں سایہ فگن ہوگا کہ پوری کائنات پر اسلام کا ڈنکا بجے گا اور بقول شاعر:

چومی ہے فرشتوں نے ادب سے میری دہلیز
عالم کی خلافت کی قباء مومن کے لیے ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم قرآنی اعزازات کو تمغوں کی طرح سینے پر سجائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں اور جنت الفردوس کے وارث بنیں۔ (آمین)

۱۴۔ قاریٔ قرآن کا احترام اللہ کی قاریٔ قرآن کے لیے تبجیل و تعظیم کی علامت ہے:

قاریٔ قرآن کا جہاں قیامت کے دن منفرد اعزاز ہوگا کہ اس کو جنت کی سیڑھیوں پر چڑھنے کا حکم ہوگا اور ساتھ ساتھ پڑھنے کا حکم ہوگا وہاں قاریٔ قرآن کا جو دنیا و آخرت میں اچھا مقام و احترام ہے یہ اس لیے ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کی تعظیم و تبجیل کو لازمی قرار دیا

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تعظیم دی ہو اور تبجیل کے لائق سمجھا ہو تو اس سے بڑھ کر کیا میزہ ہو سکتا ہے، چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ إِكْرَامُ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرَ الْغَالِي فِيْهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَإِكْرَامُ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ .)) ❶

''بوڑھے مسلمان کا احترام اور قاری قرآن جو غلو اور کمی کرنے والا نہ ہو اس کا احترام اور انصاف پسند بادشاہ کا احترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تبجیل کی علامت ہے۔''

تو جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اس کے سفید بال آجائیں مجالس میں اس کی توقیر اور احترام اور وہ قاری جو افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتا یعنی نہ تو تکلف میں اتنا غلو کرتا ہے اور نہ ہی اس سے بالکل منہ موڑ لیتا ہے اور وہ بادشاہ جو عدل پسند ہو ان سب کا احترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تبجیل کی نشانی ہے لیکن آج مسلمان اگر اس کے سفید بال آجائیں تو وہ اپنے آپ کو بوڑھا کہلانے سے شرم کھاتا ہے اور کالے رنگ کے ساتھ اپنا منہ تو کالا کرتا ہی ہے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی نافرمانی بھی کرتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے رنگ سے منع کیا ہے۔ ❷ اور قاری قرآن کی شان تو پھر ہے ہی عجیب دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کے لیے تو انعامات ہی انعامات ہیں شرط یہ ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا متلاشی ہو اور غلو نہ کرے افراط و تفریط کا شکار نہ ہو یہ نہیں کہ فرضی نمازیں بھی پڑھے تو تاخیر کے ساتھ اور گھر میں پڑھے تو وہ قاری قرآن نہیں۔ نا ہی ان کو قرآن کا حفظ کچھ فائدہ دے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخص آئے اور مجھے لے کر چلے گئے آخر میں ان کے ساتھ چلا اور ایک ایسے شخص پر آئے جو لیٹا ہوا تھا اور ایک شخص پتھر لے کر کھڑا تھا اور اس کے

---

❶ صحيح الجامع: ٢١٩٩ وأبو داود: ٤٨٣٣.

❷ صحيح الجامع: ٨١٥٣.

سر پر مار رہا تھا اس کا سر کچل دیتا پھر پتھر وہاں سے لڑھک جاتا پھر وہ پکڑتا اور مارتا اور اس کا سر کچل دیتا تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو دونوں فرشتوں نے جواب دیا یہ وہ شخص ہے کہ ((يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .)) جس نے قرآن کو لیا حفظ کیا، پھر اس کو چھوڑ دیا ترک کر دیا اور فرضی نمازوں کے وقت سویا رہتا تھا ((وَيُفْعَلُ بِهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .)) قیامت تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔ (البخاری: ۱۳۸۶) لیکن جو شخص قرآن مجید کی نعمت مل جانے کے بعد اس کی قدر کرتا ہے اس کو پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو یہ قرآن قیامت کے دن جب قاری قرآن کی قبر کھلے گی اور وہ باہر آئے گا تو اسے ملے گا ایک دبلے آدمی کی شکل میں اور کہے گا کہ کیا تو نے مجھے پہچانا تو قاری کہے گا نہیں پھر پوچھے گا اور یہی جواب دے گا پھر قرآن مجید جو کہ ایک دبلے آدمی کی شکل میں ہوگا اس کو کہے گا کہ میں تیرا ساتھی قرآن مجید ہوں جس کی وجہ سے تو پیاسا رہتا اور رات کو جاگتا رہتا تھا ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے آج تو بھی اپنی تجارت کے پیچھے ہے پھر اس کے سر پر تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو خلعت پہنایا جائے گا پھر اس کو کہا جائے گا کہ پڑھ اور جنت کے درجات چڑھتا جا اور اس کی منازل طے کرتا جا تو وہ پڑھتا جائے گا اور چڑھتا جائے گا۔ [1] ایسا مقام وعزت کیوں نہ ملے (اس لیے کہ اس نے قرآن سے وفاداری کی) اور باعث عزت و شرف ہو چنانچہ اسی لیے امام شاطبی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

بِنَفْسِي مَنِ اسْتَهْدَىٰ إِلَى اللّٰهِ وَحْدَهُ
وَكَانَ لَهُ الْقُرْآنُ شِرْبًا وَمَغْسَلَا
هُوَ الْمُجْتَبَىٰ يَغْدُوْ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ
قَرِيْبًا غَرِيْبًا مُسْتَمَالًا مُؤَمَّلَا

"میں قربان جاؤں اس شخص کے کہ جو اللہ وحدہ سے ہدایت کا طالب ہوا اور

[1] أحمد: ۵/۳۴۸، ۳۸۲.

قرآن مجید اس کا مشروب اور پاکیزگی کا سامان ہو اور وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان چل پھر رہا ہوتا ہے اجنبی لوگ اس کی توجہ کے طالب اور وہ لوگوں کے لیے آرزوؤں کی اُمید گاہ ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن سے وفاداری کی توفیق دے اور اس کی وفاداری کے دنیا و آخرت میں ثمرات حاصل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین) اے میرے بھائی مسلمان بھائی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے سابقہ تمام فضائل اسے حاصل ہوں اور وہ دنیا و آخرت میں خوشیوں کو سمیٹے تو اسے چاہیے کہ تمام فتنوں اور حزبیات کو یکسر ترک کر کے قرآن مجید کی طرف لوٹ آئے کیونکہ قرآن مجید جہاں بندے کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتا ہے وہاں دنیا و آخرت میں اس کی کامیابی کا سبب بھی بنتا ہے اور ہر فتنے کا علاج بھی ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((أَلَا إِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ .)) [1]

''خبردار عنقریب فتنہ ہوگا تو میں نے پوچھا کہ فتنے سے نکلنے کی صورت کیا ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب کو تھامنا کیونکہ اس میں پہلوں کی خبریں بھی ہیں اور بعد والوں کی بھی۔''

اس لیے فتنوں سے نکلنے کے لیے اور ربانی رضا کو پانے کے لیے اور اصل منزل مقصود تک جانے کے لیے بصیرت کی عینک لگایے اس لیے:

ملے گا منزل مقصود کا اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہو چیتے کی آنکھ کا چراغ

لیکن اگر جنت کی سیڑھیوں پر چڑھنے کا ذوق بھی ہو اور پھر گناہ بھی کرتے جائیں اور قرآن سے دور بھی رہیں تو یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا اس لیے:

[1] الترمذی: ۲۹۰۶ وفضائل القرآن لابن کثیر ص: ۱۱ والدارمی: ۳۳۳۲.

تَصِلُ الذُّنُوبَ إِلَى الذُّنُوبِ
وَتَرْتَجِي دَرَجَ الْجِنَانِ وَفَوْزَ نَيْلِ الْعَابِدِ
أَنَسِيتَ رَبَّكَ حِينَ أَخْرَجَ آدَمَ
مِنْهَا إِلَى الدُّنْيَا بِذَنْبٍ وَاحِدٍ

"گناہوں پر گناہ کیے جا رہا ہے اور جنت کی سیڑھیوں اور عبادت گزاروں کی کامیابی کا اُمید وار بھی ہے کیا تم بھول چکے ہو کہ تیرے باپ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک غلطی کے سبب جنت سے نکال دیا تھا۔"

اگر ایک غلطی کی وجہ سے آدم علیہ السلام جنت سے نکل سکتے ہیں تو اے مسلمان! تو روزانہ کی ہزاروں غلطیاں کرے اور قرآن سے بھی دور رہے پھر تو جنت کے خواب کیسے دیکھتا ہے اس لیے گناہوں کی توبہ کرو اور فوراً قرآن مجید کی طرف لوٹ آؤ کیونکہ دنیا و آخرت میں نجات قرآن مجید کی وجہ سے ہوگی۔

تَرْجُوا النَّجَاةَ وَلَمْ تَسْلُكْ مَسَالِكَهَا
إِنَّ السَّفِينَةَ لَا تَجْرِيْ عَلَى الْيَبَسِ

"نجات کے اُمید وار بھی ہو اور نجات کے راستوں پر چلتے نہیں ہو (یاد رکھنا) بے شک کشتی خشکی پر نہیں چل سکتی۔"

جس طرح کشتی خشکی پر نہیں چلتی اس لیے پانی کا ہونا ضروری ہے اسی طرح نجات کے لیے اعمال صالحہ کا ہونا ضروری ہے وگرنہ نجات ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کے فضائل کو حاصل کرنے کی اور اعمال صالحہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْهَادِيْ إِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ

❁❁❁❁

قرآن مجید کے حقوق

پہلا حق:......قرآن مجید پر ایمان لایا جائے:

❀ قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اس کا اِقرار کیا جائے کہ یہ اللہ جل شانہ کا کلام ہے جو جبریل علیہ السلام کے واسطے سے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً ۲۳ سال میں نازل ہوا جس کو اصطلاحی زبان میں اِقْرارٌ بِاللِّسان (زبان سے اقرار کرنا) کہتے ہیں۔ زبان کے اقرار کے بعد پھر اسی چیز کا اقرار دل سے کروانا یعنی قلبی تصدیق کرنا کہ واقعی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو جبریل علیہ السلام کے ذریعے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا جس کو اصطلاحی زبان میں تَصْدِیْقٌ بِالْجِنَان (دل سے تصدیق کرنا) کہتے ہیں۔ زبان کا اقرار اور دلی تصدیق کر لینا قرآن مجید پر ایمان لانے کے لیے کافی نہیں بلکہ اس قولی اقرار و قلبی تصدیق کو عملی جامہ پہنانا اور جسم کے تمام اعضاء پر نافذ کرنا اور سر سے پاؤں تک اس اقرار کے تابع عمل کروانا عین ایمان ہے جس کو اصطلاحی زبان میں عَمَلٌ بِالْأَرْكَان (اعضاء جسم، ارکان جسم کے ساتھ عملی نمونہ پیش کرنا) کہتے ہیں۔ چنانچہ ایمان سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن کو مومنوں کی صفت سے متصف کیا گیا ہے) نے قبول اور تسلیم کیا جیسا کہ رب ذوالجلال خود اسی قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۸۵)

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے اس چیز (وحی کتاب، قرآن مجید) پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اور مومن بھی (اس چیز پر) ایمان لائے۔“

یعنی نبی کریم ﷺ اس پر ایمان لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایمان لائے تو ایمان کی دولت پالینے کے بعد اللہ جل شانہ نے ان کو مومنوں کے لقب سے نواز دیا چنانچہ اُنھوں نے اس لقب کی اتنی قدر کی کہ اپنا اُٹھنا بیٹھنا اس قرآن مجید کے مطابق کر لیا اور پوری کائنات کے لیے آئیڈیل بن گئے اور آج اگر نبی کریم ﷺ کی شخصیت مطہرہ کے بعد کسی ہستی سے اسلام وقرآن مجید کی اصل روح وساخت سامنے آتی ہے تو وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہستی ہے جس کو شاعر یوں بیان کرتا ہے:

یہ راز کسی کو معلوم نہیں کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

یعنی دیکھنے میں تو قاری ہے لیکن اقرارِ زبان اور تصدیقِ قلب کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو قرآن مجید کی استوار کردہ راہوں پر چلایا ہے جس سے ہر شخص قرآن مجید کی عملی تفسیر کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ لیکن آج کا مسلمان زبان سے اقرار تو کرتا ہے اور بعض بدبخت اقرار بھی جزوی کرتے ہیں یا پھر اِقرار شک کے ساتھ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا فلاں ایشو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے بلکہ حوادث زمانہ اور مرورزمن کے ساتھ چند اشخاص نے اس میں کمی وزیادتی کی ہے لیکن قرآن مجید ایسے زعامیم باطلہ سے مبرا ہے اور انھی کی بابت گواہی دیتا ہے:

﴿وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَٰبَ مِنۢ بَعْدِهِمْ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ.﴾

(الشوریٰ: ١٤)

”اور بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے بارے میں اُلجھن والے شک میں پڑے ہیں (شکوک وشبہات میں پڑے ہیں)“

اور یہی شک ہی ایسا غلیظ عنصر ہے کہ جو نہ تو ہمارے دلوں میں قرآن مجید کی کوئی عظمت بیٹھنے دیتا ہے اور نہ ہی پھر طبیعت آمادہ ہوتی ہے کہ اس کو پڑھا جائے اور غور وفکر کیا جائے اور اسے زندگی کا لائحہ عمل اور نصب العین بنایا جائے اور رشد و ہدایت کے لیے اسے منبع ومصدر و

مشعل راہ بنایا جائے بلکہ یہ عنصر ہماری ذہنی ساخت کو اس طرح کچل چکا ہے اور مسخ کر چکا ہے کہ آج ہم قرآن مجید کو صرف ایک متوارث مذہبی عقیدے (Dogma) کی بناء پر ایک مقدس کتاب تصور کرتے ہیں جو صرف نزع کے وقت سورۂ یٰس پڑھنے یا پھر "قرآن خوانی" جو کہ غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ "برائے نام خوانی" بھی ہے کے لیے ایک ریشمی غلاف میں بند کر کے صندوق یا اونچے طاق میں رکھ دیتے ہیں کہ بوقت ضرورت کام آئے گی۔

ہائے افسوس! مسلمان کے قرآن مجید کے ساتھ اس حقیر تعامل و معاملہ پر جس نے اس کو ایک وقتی ضرورت سمجھا تو قرآن مجید بھی اپنی تمام خوشیوں کو فضیلتوں کو اور بلندیوں کی پٹاری کو لپیٹ کر ہم سے دور رخصت ہو گیا اور ہم فلسفہ و غلیظ زبانوں کے پجاری بن گئے اور ذلیل و رسوا ہو گئے اور قرآن مجید جو بڑی شان و عظمت سے نازل ہوا اور مومن کا نصب العین قرار پایا وہ گمنام ہو گیا۔ بقول شاعر:

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن

پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

اور جو بلندیاں قرآن کی بدولت ملتی تھیں ہم نے تجدد اور فلسفہ سے لینی چاہیں تو شاعر بول اُٹھا:

اپنی تو جیب میں دال کا اک دانہ بھی نہ تھا

گھومتے پھرتے رہے مصر کے بازاروں میں

اور توجہ دلائی:

وہ جنس نہیں ایمان جیسے لے آئیں کان فلسفہ سے

ڈھونڈنے سے ملے گی قاری کو یہ قرآن کے سیپاروں میں

اللہ تعالیٰ ہمیں مذکورہ قرآن مجید کی جزی کو تھامنے کی توفیق دے اور اس کے ثمرات چننے کی توفیق دے۔ آمین۔

❀ قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ قلوب میں یقین محکم ہو کہ یہ کتاب اللہ کی

طرف سے اس کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی جس کو جبریل علیہ السلام کے واسطے سے نازل کیا گیا جیسا کہ قرآن مجید خود گواہی دیتا ہے:

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الحاقة: ٤٣)

''قرآن مجید رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔''

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ. عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ. بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (الشعراء: ١٩٢_١٩٥)

''یہ قرآن مجید رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے، اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے دل پر اترا ہے کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، واضح عربی زبان میں ہے۔''

تو مذکورہ آیات قرآنیہ اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس کو فرشتے جبریل علیہ السلام کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا اور وہ واضح عربی زبان میں تھا تو نازل کرنے والی ذات بھی وہ ہے جو خالق کائنات اور مالک مطلق اور جبار و قہار ہے جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس کی نازل کردہ چیز میں تبدیلی کرنے کا کل کائنات میں کوئی بھی مجاز نہیں اور نہ ہی کوئی اتنی سکت رکھتا ہے کیونکہ جہاں اس ذات نے نزول قرآن کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی کہا ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ بھی ہم پر ہے اس لیے اس میں تغیر و کمی و زیادتی کا تصور ہی سرے سے غلط ہے تو وہ لوگ جو کفار مکہ کی پیروی کرتے ہوئے اس قرآن مجید میں تشکیکی ذہن رکھتے ہیں انھی کے بارے میں مذکورہ آیات نازل ہوئی تھیں کیونکہ کفار مکہ نے قرآن مجید کے وحی الٰہی اور منزل من اللہ ہونے کا انکار کیا تھا اور اسی بناء پر رسالتِ محمدیہ اور دعوتِ محمدیہ کا انکار کیا تھا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصوں کو بیان کر کے یہ واضح کر دیا کہ قرآن مجید یقینی طور پر وحی الٰہی اور منزل من اللہ ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ رسول ﷺ جو نہ

پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے وہ گزشتہ انبیاء اور قوموں کے واقعات کس طرح بیان کر سکتے تھے؟ اس لیے یہ قرآن یقیناً رب العالمین کی طرف سے ایک امانتدار فرشتہ جبریل علیہ السلام محمد ﷺ کی طرف لے کر آئے جس کو قرآن نے ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ آج بھی مستشرقین جو خبیث آراء پھیلا رہے ہیں کہ یہ قرآن مجید اصل نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے سابقہ کتب سے اقتباس کیا ہے اور وہ نبی نہیں تھے (نعوذ باللہ) بلکہ اُنھوں نے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا تھا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ مصحف نہیں جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا بلکہ یہ تو وہ مصحف ہے جس کو عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کروایا تھا اور جو چاہا اس سے حذف کر دیا بلکہ تقریباً ۵۰۰ حروف حذف کر دیے گئے اور بعض نے تو باقاعدہ قرآن مجید میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے کتابیں لکھیں جن میں سے حسین النوری الطبرسی الرافضی الخبیث ہے اس نے اپنی کتاب کا نام ((فَصْلُ الْخِطَابِ فِي إِثْبَاتِ تَحْرِيفِ كِتَابِ رَبِّ الْأَرْبَابِ)) رکھا اور آیات کو بدلا اور بعض زَنادِقہ نے تو یہ بھی کہا کہ قرآنی آیت: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ (بِسَيْفِ عَلِيٍّ) وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾ (القرطبی: ۱/۸۲) ہے (والعیاذ باللہ) الغرض مومن کا ایمان محکم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید جہاں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے وہاں یہ نبی کریم ﷺ پر اتارا گیا اور یہ رہتی دنیا تک رشد وہدایت کا منبع ومصدر ومشعل راہ ہے۔

❀ قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان وقلب سے اقرار وتصدیق کی جائے کہ یہ ہر اعتبار سے مِنْ وَ عَنْ جیسا کہ نازل ہوا تھا ہمارے پاس موجود ہے اس میں کسی قسم کی کوئی تحریف کوئی تغیر وتبدل اور کمی وزیادتی نہ مدعا میں واقع ہوئی ہے اور نہ ہی اس کے متن میں بلکہ یہ بالکل مصون ومحفوظ ہے اور قیامت تک اسی وصف کے ساتھ رہے گا۔ اس لیے کہ اس کا نازل کرنے والا وہ اللہ ہے جو پوری کائنات کا مالک ہے اور اس نے اعلان کر دیا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (الحجر: ۹)

''ہم نے ہی اس قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے ایک تو نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے نازل کیا، دوسرا یہ کہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں تو ان دونوں نکتوں کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

❀ ہم نے اس کو نازل کیا! یہ تو پکی بات ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوا کہ کیسے نازل ہوا؟ تو قرآن مجید میں نزول کے حوالہ سے دو طرح کے لفظ استعمال ہوئے ہیں أَنْزَلَ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ﴾ (القدر: ۱)

''ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔''

اور پھر لیلۃ القدر کا تعین بتایا کہ وہ رمضان کا مہینہ ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵)

''رمضان کے مہینے میں قرآن نازل ہوا۔''

تو ان دونوں آیتوں میں لفظ أُنْــــزِلَ باب افعال استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے اتارنا اور دوسرا لفظ تَنْزِيْلُ باب تفعیل استعمال ہوا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَنَزَّلْنَٰهُ تَنزِيلًا﴾ (الإسراء: ۱۰۶)

''اور ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا تھوڑا تھوڑا کر کے۔''

اب دیکھیں پہلے لفظ باب اِفْعَال سے ہیں اور دوسرے لفظ باب تَفْعِيْل کے ہیں باب افعال کا خاصہ یہ ہے کہ کوئی کام یکبارگی ہو جائے تو باب افعال استعمال کرتے ہیں اور باب تفعیل کا خاصہ یہ ہے کہ کوئی کام درجہ بدرجہ تدرج کے ساتھ تھوڑا تھوڑا، ٹھہر ٹھہر کر بڑے اہتمام کے ساتھ جب ہو تو وہاں باب تفعیل استعمال کرتے ہیں۔ یہی دونوں الفاظ کا دقیق فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سارے کا سارا قرآن مجید لیلۃ القدر میں (جو کہ رمضان المبارک میں ہوتی ہے اور اسے لیلۃٍ مبارکۃٍ کہا گیا ہے) آسمان دنیا پر نازل کیا جس کے لیے باب افعال أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ اور أُنْزِلَ فِيْهِ کے لفظ استعمال کیے اور پھر آسمان

دنیا سے حالات و واقعات اور اوقات کے مطابق جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ پر تقریباً ۲۳ سال میں نازل کیا جس کے لیے باب تفعیل وَنَزَّلْنٰهُ کے لفظ استعمال کیے گویا اَنْزَلَ وَتَنْزِيْل میں وہی فرق ہے جو اعلام و تعلیم میں ہے جب کسی کو ایک بار خبر دینی ہو تو وہاں اعلام کا لفظ بولتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ یہ خبر سمجھ بھی آئے اور تعلیم یکبارگی معرفت دینا ہے اور نہ ہی ممکن ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کی ساری تعلیمات چند لحظات میں دے دی جائیں بلکہ تھوڑا تھوڑا اتریج اور اہتمام کے ساتھ تعلیم دی جاتی ہے۔ اگرچہ قرآن مجید میں لفظ نزل (جو کہ باب لازم ہے جس کا معنی ہے اترنا) بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾ تو چونکہ اس کے ساتھ بھی باء کا صلہ آ گیا ہے تو اس کا معنی بھی یہ ہو گیا "اس کے ساتھ اترا ہے روح الامین یا اسے اتارا ہے روح الامین نے"...... الغرض قرآن کا نزول پہلے دُفْعَةً وَاحِدَةً یکبارگی سارے کا سارا رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کی رات کو آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر اس کا نزول باقاعدہ طور پر دھیرے دھیرے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر شروع ہوا اور سب سے پہلی وحی جو غار حراء میں جبریل علیہ السلام نے محمد رسول اللہ ﷺ پر پڑھی وہ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ. الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ.﴾

(العلق: ۱-۵)

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ تیرا رب بڑا کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔"

پھر قرآن مجید نے اس پہلی وحی کے بعد تنزلات کی جملہ وادیاں طے کرنا شروع کیں اور ایک ایسے دن کا سورج طلوع ہوا کہ جس میں رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اپنی مشیت کو پورا کرنے کے لیے جبریل علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا جو کہ بنی غفار کے باغیچہ کے

پاس تھے جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ إِضَاءَةِ بَنِي غِفَارٍ قَالَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَؤُوا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوا.)) [1]

"نبی کریم ﷺ بنی غفار کے باغیچہ (اضاءۃ بنی غفار مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں بنی غفار اترے تھے) کے پاس تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن مجید پڑھائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت اور مغفرت طلب کرتا ہوں میری اُمت (جوکہ عرب وعجم دونوں پر مشتمل ہوگی) اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ تب جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور دوسری مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی اُمت کو دو حرفوں پر قرآن مجید پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت ومغفرت طلب کرتا ہوں میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ پھر جبریل علیہ السلام اللہ

[1] مسلم: ١٩٠٣، ١٩٠٤، والنسائي: ٩٣٨، وأبوداؤد: ١٤٧٥، والتحفة: ٦٠، وصحيح الجامع: ٦٥، وتحفة الأخيار: ٥٨٠١.

تعالیٰ کے پاس گئے اور تیسری مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی اُمت کو تین حرفوں پر پڑھائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس عافیت اور مغفرت طلب کرتا ہوں میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھے گی پھر جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور چوتھی مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی اُمت کو سات حروف پر پڑھائیں جس حرف پر پڑھیں گے درستگی کو پہنچیں گے۔"

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ربانی مشیت جس کا ظہور ہونا تھا وہ یہ تھا کہ قرآن مجید کو اُمت محمدیہ کی سہولت اور آسانی کے لیے سات حروف میں نازل کیا گیا جس پر ہر مسلمان کا ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ یہ منزل من اللہ ہیں ان حروف کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ لسانیات میں اختلاف لہجات ایک معروف چیز ہے اسی طرح عرب کے مختلف قبائل اور مختلف علاقوں کی زبان میں بھی خاصا اختلاف پایا جاتا ہے یعنی عربی زبان کے بھی مختلف Dialects ہیں لیکن اس اختلاف کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ اس سے زبان کے اندر کوئی بنیادی تغیر رونما ہو جاتا ہو۔ مقامی تلفظ، لہجات، محاورات اور زبان کے بعض دوسرے اسالیب کے اختلاف کے باوجود زبان کا بنیادی سانچہ ایک ہی رہتا ہے، جیسا کہ زبان کے مقامی رنگ اور اختلاف کا مشاہدہ ہم آج بھی کر سکتے ہیں مثلاً آپ پنجاب کے مختلف شہروں کے حصوں میں جائیں تو آپ کو یہ چیز واضح ملے گی کہ ہر ضلع بلکہ بعض اوقات ایک ہی ضلع کے مختلف حصوں کی زبان مختلف ہوگی۔ یہی حال اردو زبان کا ہے کہ پشاور سے لے کر مدراس تک چلے جائیں اردو بولنے والوں میں ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لیے مختلف لہجے مختلف تلفظ اور مختلف محاورے ملتے ہیں۔ دہلی والوں میں ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لیے مختلف لہجے مختلف تلفظ اور مختلف محاورے ملتے ہیں۔ دہلی والوں اور لکھنؤ والوں کی زبان، اسی طرح حیدر آباد (دکن) اور پنجاب والوں کی اردو ہے، لیکن ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لیے مختلف اسالیب اختیار کیے جاتے ہیں یہی چیز نزول قرآن کے

وقت عرب میں بھی تھی اور آج بھی پائی جاتی ہے عرب میں آپ یمن سے لے کر شام تک چلے جائیں آپ کو لہجے اور تلفظ بدلتے ہوئے ملیں گے۔ ایک ہی مضمون کو عرب کے ایک حصے میں کسی اور طرح ادا کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں کسی اور طرح۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود معنی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

دوسری چیز جو ان کے نزول کا سبب بنی وہ یہ تھی کہ رسالتماب ﷺ کو عرب وعجم سرخ وسفید وسیاہ تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور قرآن عرب کی لغت میں نازل ہوا تھا اور عرب کی لغات بھی جدا جدا تھیں زبانیں متفرق تھیں ایک لغت والے کو دوسروں کی لغت میں پڑھنا دشوار تھا بلکہ بعض تو پڑھ ہی نہیں سکتے تھے بلکہ سمجھ بھی نہیں سکتے تھے جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک وفد آیا تھا اور وہ لوگ آکر جب آپ ﷺ سے گفتگو کر رہے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ تو اسی طرح دوسری قوم کے انداز قرأت میں پڑھنا تعلیم و تدبر سے بھی ممکن نہیں تھا خصوصاً بوڑھوں، عورتوں، ان پڑھ لوگوں کو تو اور بھی دشواری تھی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشاد سے اس کی طرف اشارہ فرمایا تو پس اگر ہر حالت میں یہ حکم ہوتا کہ ایک ہی حرف پر قرآن مجید پڑھنا ہے تو یہ چیز ان کی طاقت سے باہر ہوتی یا سخت مشقت درپیش ہوتی اور طبیعتیں قرآن کی تلاوت سے مشکل محسوس کرتیں یہ تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اہل عرب تھے چہ جائیکہ کہ جو عجم ہوں ان کے لیے تو تکلیف مالا یطاق واضح ہے اور اسلام کا میزہ آسانی ہے اور یہ ممکن نہیں تھا کہ ایک ایسا حکم آجاتا کہ جس کی طاقت ہی نہ ہوتی پس اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُمت کو دین میں آسانی دی تھی اسی طرح اپنے لطف وکرم وانعام سے قرآن مجید کو پڑھنے میں بھی وسعت کر دی تاکہ آسانی ہو جائے اور اُمت سے رحمت کا معاملہ ہو جائے۔ چنانچہ مذکورہ تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ تھا اُمت پر رحمت کرنے کا اور اس کو پورا بھی کیا اور ہم پر واجب ہے کہ ہمارا ایمان ویقین محکم ہو کہ قرآن مجید سات حروف میں نازل ہوا ہے۔ قرآن مجید کے اس وصف کے نزول کی توجیہ نبی

کریم ﷺ نے خود بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ.)) ❶

''جبریل علیہ السلام نے (پہلے) مجھے قرآن مجید ایک حرف پر پڑھایا پھر میں نے بار باران سے اصرار کیا میں ان سے زیادتی طلب کرتا گیا اور وہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) زیادہ کرتے رہے یہاں تک کہ سات حروف تک پہنچ گئے۔''

اس حدیث سے بھی یہ بات سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اس وصف کو خود طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے سات حروف کو نازل کیا۔ ایک تیسری حدیث میں عبادہ بن صامت، ابوبکرہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((أَتَانِي جِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ فَقَعَدَ جِبْرِيلُ عَنْ يَمِينِي وَمِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِي فَقَالَ جِبْرِيلُ يَا مُحَمَّدُ اِقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَقَالَ مِيكَائِيلُ اِسْتَزِدْهُ فَقُلْتُ زِدْنِي فَقَالَ اِقْرَأْهُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ فَقَالَ مِيكَائِيلُ اِسْتَزِدْهُ فَقُلْتُ زِدْنِي كَذٰلِكَ حَتَّى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ فَقَالَ اِقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ.)) ❷

''میرے پاس جبریل ومیکائیل علیہما السلام آئے۔ جبریل علیہ السلام میری دائیں جانب بیٹھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں جانب تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد ﷺ! قرآن کو ایک حرف پر پڑھیے تو میکائیل علیہ السلام نے کہا اس سے زیادتی طلب کیجیے۔ تو میں نے کہا اور زیادتی کریں تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن مجید کو تین حرفوں

---

❶ البخاري: ٣٢١٩، ٤٩٩١ ومسلم: ١٨٩٩، ١٩٠٠ وأحمد: ١/٢٦٣، ٢٦٤، ٣١٣، صحيح الجامع: ١١٦٢ وتحفة الأخيار: ٥٨٠٠.

❷ صحيح الجامع: ٧٨ والصحيحة: ٨٤٣ والنسائي: ٩٤٠ و تحفة الأشراف: ٨.

پر پڑھیے تو میکائیل نے پھر کہا کہ زیادتی طلب کیجیے تو میں نے کہا اور زیادہ کیجیے اسی طرح کرتے گئے حتیٰ کہ سات حروف تک جبریل علیہ السلام پہنچ گئے اور فرمانے لگے کہ قرآن مجید کو سات حروف پر پڑھیے سارے حروف ہی شافی و کافی ہیں۔''

ابوبکرہ کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد میں نے میکائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ خاموش ہو گئے ہیں۔ میں نے اس سے سمجھا کہ اب شمار ختم ہو گیا ہے (اس پر زیادتی نہیں ہوگی) میکائیل کا خاموش ہونا، پھر آپ کا درخواست نہ کرنا اور دل کا مطمئن ہو جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ سات کا عدد کافی و شافی ہے اس پر زیادتی کی ضرورت نہیں اور بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینانِ قلب بھی قدرتی حکمت کے تابع ہے گویا اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء بھی یہی تھی کہ سات حروف میں قرآن مجید کو نازل کریں اسی لیے اپنے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سکون دے دیا پھر اُنھوں نے زیادتی کا سوال نہیں کیا۔

اے میرے مسلمان بھائی! سابقہ تقریر سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا جو کہ سات حروف میں ہے جن کو آج کل قراءت کا نام دیتے ہیں۔ یہ تھی ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ کے بارے میں انتہائی اختصار سے گفتگو۔ آیئے ذرا دوسری جزی کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

❀ دوسری جزی جو مذکورہ آیت کی ہے وہ ہے ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ''قرآن مجید کی حفاظت بھی ہم ہی کرنے والے ہیں''...... پہلی جزی میں ہم نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات حروف میں نازل ہوا اب اس جزی میں دیکھتے ہیں کہ اس کی حفاظت کن طریقوں سے کی گئی۔

قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ لہجات وقراءت سکھلانی شروع کر دیں جن کو حدیث میں حروف سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ سارے کے سارے حروف قرآن اور منزل من اللہ تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو معمولِ زندگی بنا لیا اور نماز وخارجِ نماز میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا، اس کو پڑھنا شروع کیا اس

کو دہرانا اور محفوظ کرنا شروع کیا، حتیٰ کہ بعض دفعہ چونکہ ابتدائی طور پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے سارے حروف نہیں سیکھے تھے، کسی نے کوئی سیکھ لیا اور کسی نے کوئی سیکھ لی تو پھر اجنبیت بھی محسوس ہوئی لیکن آخر یہ اختلاف نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بڑے ہی اچھے انداز میں حل ہوئے۔ حل ہی نہیں بلکہ اس حکم اور رحمت کی توضیحات ہوئیں جس کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو پڑھنا شروع کیا چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَان فِي حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَمِعْتُ لِقِرَاءَ تِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَمْ يَقْرَأْنِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكِدتُّ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلٰى غَيْرِ مَا قَرَأْتَ فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُوْدُهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَان عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا فَقَالَ أَرْسِلْهُ، اِقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ الْقِرَاءَ ةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ، إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.)) [1]

”میں نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان پڑھتے سنا جب میں نے توجہ کی تو وہ مختلف حروف میں (لہجات وقراءات) میں پڑھ رہے تھے جو حروف (قراءات ولہجات) رسول کریم ﷺ نے مجھے نہیں

[1] البخاری: ۲۴۱۹، ۴۹۹۲، ۴۱، ۵، ۷۵۵۰ ومسلم: ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۷، وأبوداؤد: ۱۴۷۲ والترمذی: ۲۹۴۳ والنسائی: ۹۳۵-۹۳۷ وصحیح الجامع: ۲۲۴۹ وتحفة الأشراف: ۱۰۵۹۱-۱۰۶۴۲ وتحفة الأخیار: ۵۷۸۸.

پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز کی حالت میں ہی اسے دبوچ لیتا (بل پڑتا) پس میں نے صبر کیا حتیٰ کہ اس نے سلام پھیر لیا پھر میں نے ان کی چادر پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ تجھے کس نے یہ سورۃ پڑھائی ہے جو ابھی میں نے سنی ہے تو اُنھوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یوں پڑھایا ہے تو میں نے کہا کہ تو نے غلط کہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یوں نہیں پڑھایا جیسا کہ تم نے ابھی پڑھا ہے پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول کریم ﷺ کے پاس لے گیا میں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں نے ان کو سورۃ فرقان اس سے مختلف طریقے سے پڑھتے سنا ہے جس پر کہ آپ نے مجھ کو پڑھایا تھا آپ ﷺ نے فرمایا انھیں چھوڑ دو، پھر ہشام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم پڑھو، چنانچہ اُنھوں نے سورۃ فرقان اسی طرح پڑھی جس طرح کہ میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں ہی نازل ہوا ہے، پھر فرمایا: اے عمر! تم پڑھو چنانچہ میں نے اس طریقے کے مطابق پڑھا جیسا کہ آپ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں ہی نازل ہوا ہے۔ یہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے اس لیے اس قرآن (کے سات حروف میں سے) سے جو میسر آئے اسے پڑھو۔"

تو اس حدیث سے ایک تو یہ پتہ چلا کہ حیاتِ نبوی ﷺ میں ان حروف (قراءات) کو نماز میں بھی پڑھا جاتا تھا اور ہر شخص اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے سکھانے کے مطابق ہی پڑھتا تھا۔ دوسرا یہ پتہ چلا کہ حروف کو قراءات کہنا درست ہے اسی لیے علم قراءات معرض وجود آیا کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فرمایا کہ ((یقراء علی حروف کثیرۃ)) "وہ بہت سارے حروف میں پڑھ رہا تھا"...... پھر اس کی تعبیر قراءت سے کی اور فرمایا ((فقرأ القراءۃ التی)) "پھر ہشام بن حکیم نے وہ قراءت پڑھی جو میں نے سنی تھی"...... حالانکہ حروف سے تھے قراءت نہیں تو معلوم ہوا کہ قراءات متواترہ ہیں اور ((أنزل القرآن علی سبعۃ

أحرف)) حدیث ۲۱ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نقل کی ہے اور یہ حدیث جہاں متواتر ہے (نظر المتناثر فی الحدیث المتواتر للقحطانی: ۱۱۱) وہاں یہ مسلمات سے ہے۔ یہاں یہ اشکال دور کرنا بھی ضروری ہے کہ ان حروف سے مراد وہ قراءات سبعہ وعشرہ مقصود نہیں جو آج کل رائج ہیں جن کو باقاعدہ نام دیا گیا ہے کہ نافع کی قراءت، ابن کثیر کی قراءت، اس لیے کہ یہ قراء اور جہابذہ تو پیدا ہی بعد میں ہوئے تو جب علم قراءت وجود میں آیا تو وہ قراءت جو اس میں حروف ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھی جاتی تھیں ان کی نسبت ان قراء کی طرف لزوم اور ان کے اختیار (اُنھوں نے ان کو اختیار کیا کسی نے کوئی پڑھائی شروع کی کسی نے کوئی) کی وجہ سے کی گئی اور یہ اختیار بھی اُنھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فعل سے (جو کہ نبوی اقرار و تعلیم کے تابع تھا) اخذ کیا جیسا کہ ابھی عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزرا کہ عمر رضی اللہ عنہ جو پڑھتے تھے وہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور جو ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ نے پڑھا وہ عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک نہیں پڑھایا تھا ہشام رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار کیا جو ان کو سکھایا گیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار کیا جو ان کو پڑھایا گیا۔ اسی طرح کا واقعہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَائَةً سِوٰى قِرَائَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَائَةِ صَاحِبِهٖ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَآ فَحَسَّنَ النَّبِيُّ ﷺ شَأْنَهُمَا فَسَقَطَ فِيْ نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَاٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفُضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَرَقًا فَقَالَ لِي يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ

الثَّانِيَةَ اقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْئَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ .)) [1]

''میں ایک دن مسجد میں تھا اتنے میں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا اس نے نماز میں ایسی قراءت کی کہ میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے پہلے شخص سے بھی مختلف قراءت کی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ اس شخص نے قرآن مجید اس طرح پڑھا ہے کہ میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے اور پھر دوسرا (مسجد) میں داخل ہوا اور اس نے اس سے بھی مختلف طریقے سے پڑھا ہے تو آپ ﷺ ان دونوں کو (اپنے اپنے طریقے سے قرآن) پڑھ کر سنانے کا حکم دیا تو ان دونوں نے قراءت کی۔ ان دونوں کی قراءت سن کر رسالتمآب ﷺ نے انھیں درست قرار دیا اس پر میرے دل میں وسوسہ نے جنم لیا، زمانہ جاہلیت میں بھی اس قدر شدید وسوسہ کی کیفیت پیدا نہ ہوئی تھی۔ جب رسالت مآب ﷺ نے میری یہ کیفیت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مارتے ہی میں پانی پانی ہوگیا اور میرے پسینے چھوٹ گئے اور مجھے ڈر کے مارے یوں محسوس ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر کونین کے تاجدار نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابی! جب قرآن مجید میری طرف بھیجا گیا تو مجھے حکم دیا گیا کہ میں قرآن مجید کو ایک حرف پر پڑھاؤں میں نے جواب میں یہ استدعاء

---

[1] مسلم: ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، والنسائی: ۹۳۸ والترمذی: ۲۹۴۵.

کی کہ میری اُمت کے ساتھ نرمی کی جائے پھر دوسری مرتبہ مجھے دو حرفوں پر پڑھانے کا کہا گیا میں نے جواب دیا کہ میری اُمت کے ساتھ نرمی برتی جائے تیسری مرتبہ حکم ہوا کہ سات حرفوں پر پڑھاؤ۔ مزید یہ اشارہ بھی ہوا کہ جتنی مرتبہ تم نے گزارش کی ہے اور تمھیں اس کا جواب دیا گیا ہے اس پر تمھیں اتنی ہی دعائیں مانگنے کی اجازت دی جاتی ہے (اور وہ قبول ہوں گی) اس پر میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میری اُمت کو معاف کر دے، اے میرے رب! میری اُمت کو معاف کر دے اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لیے مؤخر کر دی جبکہ ساری مخلوق میری طرف رجوع کرے گی (کہ میں اللہ کے ہاں ان کی سفارش کروں) یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی رجوع فرمائیں گے۔''

اسی طرح کا واقعہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا جیسا کہ طبرانی کی روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو مختلف قراءت پڑھتے سنا تو دونوں جھگڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آدمی کہنے لگا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے مجھے یہ نہیں پڑھائی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا تو عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کوئی بات آئی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چہرے سے پہچان گئے اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''اے اللہ! عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کو دور کر دے اور بعد میں فرمایا کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے ہر حرف شافی و کافی ہے۔''

اسی طرح کا واقعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ آيَةً سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ خِلَافَهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِيْ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَاقْرَآ فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوْا فَأَهْلَكَهُمْ.))

''اُنھوں نے ایک آدمی کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتے سنا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف پڑھا تھا پس میں نے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) اس

کا ہاتھ پکڑا اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس لے گیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تم دونوں ہی صحیح ہو پس پڑھتے رہو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔"

اس واقعہ کی معمولی سی تفصیل ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ ﷺ نے حٰمٓ سے شروع ہونے والی کوئی سورت پڑھائی جب میں مسجد گیا تو میں نے ایک شخص کو وہ سورت پڑھنے کو کہا وہ سورت کو اس انداز میں پڑھنے لگا کہ جس طرح میں نے نہیں پڑھا تھا اور کہنے لگا کہ مجھے یوں ہی رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا تھا چنانچہ ہم آپ ﷺ کے پاس چلے گئے اور اس معاملہ کی خبر دی تو آپ ﷺ کا چہرہ غصے کی وجہ سے متغیر ہو گیا اور فرمانے لگے تم سے قبل لوگ اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے پھر علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات کہی تو علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ رسالت مآب ﷺ حکم فرمارہے ہیں کہ تم میں ہر کوئی اسی طرح پڑھے جس طرح وہ سکھایا گیا ہے پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چلے گئے اور ہم میں سے ہر ایک ان حروف کی قراءت کرتا تھا جن کی اس کا ساتھی نہیں کرتا تھا۔

ان مذکورہ واقعات سے یہ مترشح ہوا کہ حروف سے مراد قراءت ہیں جو کہ نبوی دور میں پڑھی جاتی تھیں (جن کو حدیث میں کبھی حروف، کبھی قراءت سے تعبیر کیا گیا ہے) اور قرائے عشرہ نے (دس قاری) انھیں قراءت پر ملازمت کی تو ان کی طرف نسبت ہو گئی وگرنہ یہ خود اُنھوں نے گھڑی نہیں بلکہ صحابہ و تابعین سے حاصل کیں جیسا کہ امام عاصم بن بہدلہ، یہ قراءت عشرہ (دس قراءتوں) کے پانچویں قاری ہیں۔ ان کے دو معروف شاگرد امام حفص اور امام شعبہ ہیں۔ امام حفص کو (جن کی روایت پاک و ہند میں پڑھی جاتی ہے) ان کے استاد امام عاصم نے وہ روایت پڑھائی جو کہ اُنھوں نے ابو عبدالرحمٰن السلمی سے پڑھی جو اُنھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے اور اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اُنھوں نے جبریل علیہ السلام سے اُنھوں نے اللہ جل شانہ سے۔ اور دوسرے شاگرد امام شعبہ، ان کے استاد

بھی امام عاصم نے وہ روایت پڑھائی جو اُنھوں نے زر بن حبیش سے پڑھی اور اُنھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُنھوں نے رسالت مآب ﷺ سے اُنھوں نے جبریل علیہ السلام سے اور جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے۔

تو چونکہ حدیث کے لفظ ہیں کہ ((فَلْيَقْرَأْ كَمَا عُلِّمَ)) [1] (مجمع الزوائد: ۱۵۱/۷ والطبری: ۴۹، ۵۹) "جیسا کہ اسے سکھایا گیا (ہر کوئی) اسی طرح پڑھے اور پڑھائے۔" اسی لیے ہر صحابی نے جو پڑھا، اسی طرح سکھایا۔ اسی طرح تابعین اور قراء نے حتیٰ کہ ان قراءات کی نسبت ان کی طرف ہوگئی اور یہ نسبت اسی طرح ہے کہ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی ہے حالانکہ بخاری نے اس کو اپنے پاس سے نہیں گھڑا بلکہ صحیح و متصل و مرفوع سند سے اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے تو جس طرح حدیث کی نسبت امام بخاری کے اتقان اور ثقاہت و ملازمت حدیث و زہد و تقویٰ کی بنیاد پر ان کی طرف کی گئی، اسی طرح قراءت کی نسبت ان قراء کی طرف اتقان و ثقاہت و زہد و تقویٰ و ملازمت کی وجہ سے کی گئی۔

الغرض جو قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات حروف کی شکل میں نازل ہوا جیسا کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ کے تحت بحث ہوئی، وہ ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کے چیلنج کے سات آج تک ہمارے پاس دس قراءتوں کی شکل میں محفوظ و مصون ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول ﷺ کی زندگی میں یہ سات حروف پڑھتے پڑھاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، پھر زمامِ خلافت خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی تو اُنھوں نے اپنے دور میں قرآن مجید کو اسی طرح جمع کروایا جس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے منہ سے اُنھوں نے حاصل کیا۔ اس کام کے چیف ڈائریکٹر زید بن ثابت تھے جن کی دس سال کی طویل صحبت نبی ﷺ کے ساتھ رہی اور وہ عرضہ اخیرہ (آخری دور) میں شامل تھے چنانچہ اُنھوں نے باقی تمام مقررہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر اس قرآن مجید کو (جو کہ پہلے سینوں میں تھا اور چیدہ چیدہ لکھا ہوا تھا) تحریری شکل

دی جو کہ ساتوں حروف پر مشتمل تھی اور عرضہ اخیرہ (آخری دور) کی انتہاء تک باقی تھے اور منسوخ نہیں ہوئے تھے۔ ❶

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ نسخہ تحریری شکل میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پھر ان کی وفات کے بعد یہ تحریری شکل حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل ہوئی۔ آخر خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۲۵ ہجری کو خلافت کے دوسرے یا تیسرے سال آرمینیا کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے فوج گئی اور اس فوج کے چیف کمانڈر حذیفہ بن الیمان تھے اُنھوں نے واپسی پر خلیفۃ المسلمین کو لوگوں کے قراءت کے معاملہ میں اختلاف سے باور کیا تو پھر ((أَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلٰى حَفْصَةَ أَنْ أَرْسِلِيْ إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسُخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكَ)) ❷ ''عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ تحریری شکل (وہ صحائف) ہمیں بھیج دیں تا کہ انھیں کی نقل کروا کر ہم آپ کو واپس کر دیں''...... چنانچہ اُنھوں نے وہ صحائف بھیجے اور اس کو نقل کیا گیا جن کو بعد میں مصاحف عثمانیہ سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ مصاحف بھی انھیں سات حروف پر مشتمل تھے جن پر قرآن مجید نازل ہوا کیونکہ یہ اسی کی نقلیں تھیں جو حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس صحف تھے اور جو عہد ابو بکر میں بالاجماع ساتوں حروف (اور عرضہ اخیرہ میں ثابت شدہ) میں لکھے گئے تھے۔ ❸ پھر عہد عثمانی کے بعد علی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو قرآن مجید اسی طرح پڑھا جاتا رہا جس طرح نازل ہوا حتیٰ کہ تابعین کا دور آیا تو اُنھوں نے بھی قرآن مجید کو اسی طرح پڑھا جس طرح سات حروف میں نازل ہوا تھا جیسا کہ سعید بن جبیر کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی قرآن مجید کو سات حروف میں پڑھتے تھے پھر قراے عشرہ کا دور آیا اور پوری اُمت کا اجماع ہوا کہ یہ سات حروف

❶ البخاری: ٤٩٨٦ مع الفتح ومناهل العرفان: ٢٠٨/١ ودليل الحيران: ١٢ ورسم المصحف: ١٢.

❷ البخاری: ٤٩٨٧.

❸ مناهل العرفان: ٢١١/١ ودليل الحيران: ١٣ والنشر: ٣١/١ ورسم المصحف وضبطه: ٢٣.

(قراءت عشرہ) متواتر ہیں اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں جو شک کرتا ہے وہ معانداور جاہل ہے۔ ❶ اور آج تک لا تعداد کتابیں لکھی گئیں جو ساری اس بات کی دلیل قاطع ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کہا تھا وہ سچا ہے اور مستشرقین اور ان کے اقوال سے متاثر ہونے والوں کے زعامیم واَفکارِ خبیث جھوٹے ہیں کہ سات حروف میں سے ایک باقی بچا ہے، باقی حذف ہو گئے ہیں۔ قراءات متواترہ نہیں، بلکہ قاریوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

تو قرآن مجید کے اس پہلے حق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلامِ حقیقی ہے اور محمد ﷺ پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے اترا تھا اور جس طرح سات حروف (قراءت عشرہ) میں اترا تھا، اسی طرح من وعن محفوظ ومصون ہے اور ہم تک پہنچا ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا تھا:

حرف او را ریب نے، تبدیل نے
آیہ اش شرمندہ تاویل نے

”قرآن مجید میں، نہ کسی حرف میں کوئی تبدیلی یا ترمیم ہوئی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی شک والی بات ہے اور اس کی آیات درحقیقت تاویل کی محتاج نہیں ہیں اور وہ آیات خود اپنی جگہ پر واضح اور بینات کی حیثیت رکھتی ہیں۔“

---

❶ ملاحظہ ہو: غاية الوصول شرح لب الأصول لزكريا الأنصاری : ٣٤ والدراللوامع لابن أبي شريف: ٧٨، ومفاتيح الأصول للطباطبي وبديع النظام لابن ساعاتی : ٥٦ و فتح الغفار لا بن النجيم: ٧٨/١، والمغنی للقاضی عبدالجبار: ١٥٩، ١٦٠ وحصول المامول للسيد صديق حسن بهادر: ٣٥، والبرهان للزركشی: ٣٢٢/١، وأثر القراءت فی الفقه الإسلامی: ١٣٠، ١٣٢ وتيسير التحرير فی أصول الفقه لأمير بادشاه: ١٢/٣ ومنجد المقرئين: ١٢٩ والفقه الأكبر شرح ملا علی القاری: ١٦٧ وكتاب السبعة : ٤٩-٥٢ والإبانة للمكی : ٦٠ والإعلام: ٢٦١/١ وأبحاث فی قراءات القرآن الكريم لعبد الفتاح القاضی: ٢٥، ٢٦)

یہی وہ ایمان محکم تھا (جس کا تذکرہ ابھی ہوا ہے) جس کا اقرار سلف صالحین نے کیا اور پھر زبان سے صرف اقرار نہیں کیا، بلکہ دل میں اس کو جگہ دی اور تصدیق کی اور پھر اس کے مطابق عملِ پیہم کی مہریں ثبت کیں تو چشم فلک نے دیکھا کہ پوری کائنات پر ان کا رعب ودبدبہ جم گیا اور اُنھوں نے پوری کائنات کو Enthral (گرویدہ) کیا اور یہ ساری زندگی کی حلاوتیں اور لذتیں اور ثروت وحکومت اور بادشاہت وخلافت ان کو کیوں نہ ملتی، کیونکہ اُنھوں نے اسلام کے مل جانے کے بعد اس قرآن مجید پر ایمان اس طرح قائم کیا کہ قلبی تصدیق کو کافی نہ سمجھا بلکہ اس کو پورے کے پورے کو دل میں اور سینے میں اتار لیا تو ان کے باطن جب منور ہوئے تو پھر اسی قرآن مجید کی روشنی کے ذریعے اُنھوں نے پوری کائنات کو منور و روشن کیا۔ بقول شاعر:

کیوں نہ ممتاز ہوتا اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

لیکن آج ہم اس ایمان سے خالی ہیں کوئی کلام اللہ کے حقیقی ہونے کا اقرار کرتا ہے کوئی اس کو محمد ﷺ کا جادو وطلسم اور سابقہ کتب کا خلاصہ تصور کرتا ہے اور کوئی فرمان باری تعالیٰ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کے چیلنج کو قبول کر کے کہتا ہے کہ قرآن مجید نازل تو ہوا تھا سات حروف میں، اب ایک باقی رہ گیا ہے۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں یہی وجہ ہے کہ جب ایمان ایسا ہو تو پھر اس کے ثمرات کیسے مل سکتے ہیں؟ کیونکہ پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی ہے۔

خشت اول چو نہد معمار کج
تا ثریا می رود از دیوار کج

''جس دیوار کی پہلی اینٹ معمار ٹیڑھی لگا دے وہ آسمان تک (ثریا تک) بھی چلی جائے وہ ٹیڑھی ہی ہوتی ہے''

تو جب اس ایمان کو ٹیڑھا کیا تو اس کے نتائج بھی برے دیکھے کیونکہ ٹیڑھے کا نتیجہ بھی

ٹیڑھا ہی ہوتا ہے۔ بقول شاعر ؎

کچھ لوگ بچھا کر کانٹے پھولوں کی توقع رکھتے ہیں
دے کر شعلوں کو ہوائیں ساون کی توقع رکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو پکا فرمائے اور قرآن مجید کے اس پہلے حق کو حق سمجھ کر حرز جان بنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

دوسرا حق:......قرآن مجید کو پڑھا جائے

مسلمان ہونے کے ناطے سے ہم پر جو دوسرا حق عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو پڑھیں اور اسے بار بار اور اس طرح پڑھا جائے کہ جس طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے چنانچہ خود باری تعالیٰ حکم فرماتے ہیں:

﴿وَ اتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۝﴾ (الکہف: ۲۷)

''تیری جانب (اے محمد ﷺ!) جو تیرے رب کی کتاب (قرآن مجید) وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے گا۔''

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ (العنکبوت: ٤٥)

''جو کتاب (قرآن مجید) آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھیے اور نماز قائم کریں۔''

تو ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت مسلسل کرنا ضروری ہے اور یہ مومن کی روح کی غذا ہے اور اس کے ایمان کو تروتازہ اور سرسبز و شاداب رکھنے اور مشکلات و موانع کے مقابلے کے لیے سب سے موثر ہتھیار اور اہم ترین ذریعہ ہے۔ قرآن مجید کو ایک بار پڑھ کر کافی سمجھنا، مذکورہ آیات اس کا رد کرتی ہیں کیونکہ اگر یہ ایک بار ہی پڑھنے کی چیز ہوتی تو کم از کم نبی کریم ﷺ کو تو اس کے بار بار پڑھنے کی حاجت نہ تھی لیکن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بار بار پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے حتیٰ کہ ابتدائی ایام میں تو انتہائی

تاکیدی حکم تھا کہ رات کا اکثر حصہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہوئے بسر کرو اور خصوصاً جب مشکلات و مصائب کا زور ہوتا تھا اور صبر و استقامت کی خصوصی ضرورت ہوتی تھی تو رسول کریم ﷺ کو تلاوت قرآن مجید کا حکم دیا جاتا تو آپ ﷺ تلاوت فرماتے اور تمام مصائب دور ہو جاتے۔ تر و تازگی اور خوشیاں لہلہانے لگتیں اور مصائب کا قلع قمع ہو جاتا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور شادابیوں سے اور فرحتوں سے ہمکنار ہوتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ان قدردانوں کی کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ.﴾
(البقرة: ۱۲۱)

''وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب (قرآن مجید) عطاء کی ہے وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں کہ جس طرح کرنے کا حق ہے یہی لوگ اس کے ساتھ (قرآن مجید کے ساتھ) ایمان رکھتے ہیں''

مذکورہ تینوں آیات میں لفظ تلاوت استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی پیچھے چلنے اور پڑھنے کے آتے ہیں جو کہ تَلَا يَتْلُوْ تِلَاوَةً وَتلوًا سے اور تَالَاہٗ بھی اسی سے ہے جس کا معنی تابعداری کرنا اور موافقت کرنا ہے، چنانچہ احترام و تعظیم کے ساتھ قرآن مجید کو ایک مقدس آسمانی کتاب سمجھتے ہوئے انابت و خشوع و خضوع کے ساتھ حصول برکت و نصیحت کی غرض سے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے پڑھنے کو تلاوت کہتے ہیں اور یہی چیز نبی ﷺ سے مذکورہ آیتوں میں مقصود تھی جس کو اُنھوں نے پورا فرمایا اور پھر آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی پورا کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے ﴿حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ ''جس طرح حق ہے''...... سے تعبیر کیا اگرچہ قرآن مجید کو پڑھنے کے لیے قراءت کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے اور وہ لفظ عمومی ہے ہر چیز کے پڑھنے پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کا مسلمان ہونے کے ناطے سے ہر ایک پر حق یہ ہے کہ

وہ اس کی تلاوت اس طرح کرے جس طرح کرنے کا حق ہے تو اس حق کے حصول کو مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ رکھنے سے ممکن بنایا جا سکتا ہے:

ا۔ قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھا جائے:

قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور ترتیل باب تفعیل سے مصدر ہے، چنانچہ رَتَّلَ فُلَانٌ کَلَامَہٗ کا مطلب لغت عرب میں یہ لیا جاتا ہے کہ فلاں نے کلام کو ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح سمجھ کر بغیر تیزی کے کیا اور ترتیب کے ساتھ کیا اور خوش اسلوبی سے کیا۔ اسی لیے خوبصورت ہموار دانتوں کو عربی میں ثغر رتل کہتے ہیں۔ الغرض ترتیل کا لغوی معنی یہ نکلا کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر خوش اسلوبی و خوش الحانی و حسن ادائیگی و ترتیب کے ساتھ پڑھنا۔

اور اصطلاح میں ترتیل کہتے ہیں:

((قِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ بِتَمَھُّلٍ وَاطْمِئْنَانٍ مَعَ تَدَبُّرِ الْمَعَانِی وَمُرَاعَاۃُ کَیْفِیَّۃِ تِلَاوَۃِ کِتَابِ اللّٰہِ الْمُنَزَّلَۃِ مِنْہُ.)) [1]

”اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان اور معانی کے تدبر اور اس کیفیت کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھنا جس طرح اللہ تعالیٰ نے پڑھا اور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا۔“

تو معلوم یہ ہوا کہ ترتیل کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو اس کیفیت کے ساتھ پڑھنا جس طرح اللہ جل شانہ نے پڑھ کر فرشتے جبریل علیہ السلام کو سنایا اور پھر اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا۔ تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿وَرَتَّلْنَاہُ تَرْتِیْلًا﴾ (الفرقان : ۳۲) ”اور ہم نے اسے (قرآن مجید کو) ٹھہر ٹھہر کر ہی (ترتیل کے ساتھ) پڑھ کر سنایا ہے“...... اور اسی طرح اُترا ہے، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

---

[1] فتح القدیر: ۴۱۹/۵ وابن کثیر: ۵۵۹/۴ والمعجم الوسیط: ۲۲۷/۲۰۱، والمنجد: ۳۶۸ وعمدۃ العرفان: ۲۵.

((إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى قَرَأَطٰهٰ وَيٰس قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ قَالَتِ طُوْبٰى لِأُمَّةٍ يُنْزَلُ هٰذَا عَلَيْهَا وَ طُوْبٰى لِأَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا وَطُوْبٰى لِأَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا .)) [1]

''اللہ جل شانہ نے زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے سورہ طٰہٰ ویٰس تلاوت کی جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے سعادت ہے (رشک، خیر، بہتری، عمدگی) اس اُمت کے لیے جس پر یہ نازل ہوگا اور سعادت مند ہیں وہ پیٹ (سینے) جو اس کو اُٹھائیں گے (یاد کریں گے) اور سعادتمند ہیں وہ زبانیں جو اس کو پڑھیں گی۔''

تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ترتیل کے ساتھ پڑھ کر سنایا اور نازل بھی ترتیل کے ساتھ کیا اور حکم دیا اپنے نبی ﷺ کو کہ وہ بھی اسی ترتیل کے ساتھ اس کو پڑھیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ (المزمل: ٤) ''اور قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (ترتیل کے ساتھ) پڑھا کرو'' اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے۔(ابن کثیر: ٤/٥٥٩) اور بلاشبہ نبی کریم ﷺ کا ترتیل کے ساتھ پڑھنا فرمان ربانی کی پیروی تھی۔ اور قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں ایک مماثلت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ طریق نزول کی ہے کہ قرآن مجید چونکہ ٹھہر ٹھہر کر نازل ہوا یکبارگی نازل نہیں ہوا اور اسی طرح یہ تثبیت قلبی کا موثر ذریعہ بھی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ترتیل سے پڑھنے سے قلب انسانی کو زیادہ سے زیادہ فیض و فائدہ حاصل ہوتا ہے حتیٰ کہ شدت تاثر سے قلب میں گریہ طاری ہو جاتا ہے اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ترتیل سے پڑھتے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا:

((لأن أقرأ سورة ل أرتلها أحب إلى من أن أقرأ القرآن كله)) [2]

---

[1] الدارمی: ٣٤١٥۔ [2] التبيان في حملة القرآن: ٧٠ وشبهه في فتح الباری: ٩/١١٢۔

”میں ایک سورت کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں کہ اس کے بدلے پورے قرآن کو بغیر ترتیل کے پڑھوں۔“

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ [1]

اور فرماتے ہیں (ابن مسعود رضی اللہ عنہ):

((لَا تُنْشِرُوْهُ نَشْرَ الرَّمْلِ وَلَا تهذوه هذالشِّعْرَ قِفُوْا عِنْدَ عَجَائِبِهِ وَحَرِّكُوْا بِهِ الْقُلُوْبَ وَلَا يَكُنْ هَمَّ أَحَدُكُمْ آخِرَ السُّوْرَةِ .)) [2]

”قرآن مجید کو ریت کی طرح مت بکھیرو اور نہ ہی (اور ایک روایت میں لفظ ہیں لاتنشروہ نشر الدقل کہ کھجور کی گٹھلی کی طرح نہ پھینکو یعنی چبا چبا کر نہ پڑھو) بالوں کی طرح جلدی کاٹو (بعض نے یہ بھی معنی کیا ہے جو کہ صحیح ہے کہ نہ ہی اشعار کی طرح اس کو پڑھو۔“

یعنی اتنا تیز نہ پڑھو کہ معانی کا خیال ہی نہ رہے اور نہ ہی اتنا آہستہ کہ حروف کی ساخت ہی بدل جائے اور وہ شعر لگیں یا جس طرح کھجور کھا کر گٹھلی پھینکنے میں دیر لگتی ہے اس طرح پڑھو بلکہ جس طرح نبی کریم ﷺ پڑھتے تھے اس طرح پڑھو جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كان يقطع قراء ته آية آية الحمدلله رب العالمين ثم يقف الرحمن الرحيم ثم يقف)) [3]

”نبی کریم ﷺ اپنی قراءت کو ایک ایک آیت کر کے پڑھتے تھے الحمد للہ رب العلمین پڑھتے اور ٹھہر جاتے پھر الرحمٰن الرحیم پڑھتے اور ٹھہر جاتے۔“

اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی قراءت کی صفت بیان کی تو فرمایا کہ حرفاً حرفاً ہر ہر حرف الگ ہوتا بڑی ہی تنسیق وترتیب (جس کو ترتیل کہا جاتا ہے) کے ساتھ پڑھتے۔ [4]

---

[1] فتح الباري: ٩/ ١١٥. [2] ابن كثير: ٤/ ٥٥٩.

[3] صحيح الجامع: ٥٠٠٠ والترمذي: ٢٩٢٧ والإرواء: ٣٤٣.

[4] النسائي: ١٠٢١، ١٦٢٨، والترمذي: ٢٩٢٧ والتحفة: ١٨٢٢٦ وأبوداود: ١٤٦٣.

قیامت کے دن اسی ترتیل کے بارے میں اللہ جل شانہ فرمائیں گے اے قاری قرآن جنت کی سیڑھیاں چڑھتا جا اور پڑھتا جا:

((وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا .)) ❶

''اور ترتیل کے ساتھ پڑھو جس طرح تو دنیا میں ترتیل کرتا تھا۔''

چنانچہ اسی ترتیل کی تفسیر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یوں کی:

((اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ .)) ❷

''ترتیل کا معنی ہے حروف کی تجوید (حروف کو شناخت کے ساتھ ان کے مخارج و صفات کے ساتھ ادا کرنا) اور وقوف کی معرفت حاصل کرنا۔''

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی (جو کہ خود ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے) لوگوں کو یہی حکم دیا:

((جَوِّدُوْا الْقُرْآنَ زَيِّنُوْهُ بِأَحْسَنِ الْأَصْوَاتِ .)) ❸

''قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھو اور اس کو اچھی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔''

گویا کہ یہ ان کا قول ترتیل کی تفسیر ہی ہے اور پھر فعلاً اس کو اپنے شاگردوں کو بھی پڑھایا جیسا کہ موسیٰ بن یزید الکندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه يُقْرِي رَجُلًا فَقَرَأَ الرَّجُلُ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ مُرْسِلَةً فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مَا هَكَذَا أَقْرَأَنِيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ كَيْفَ أَقْرَأَكَهَا؟ قَالَ أَقْرَأَنِيْهَا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ فَمَدَّهَا .)) ❹

---

❶ صحيح الجامع: ٨١٢١ والترمذى: ٢٩١٤ وأحمد: ١٩٢/٢ وأبوداؤد: ١٤٧١.

❷ النشر: ٢٠٩/١ وشرح طيبة النشر: ٣٥ والطائف الإشارات: ٢٢٠/١ وشرح الجزرية لابن يالوشة ص: ١٩ـ٢٠ ونهاية قول المقيد، ص: ٧ ومنار الهدىٰ فى الوقف والإبتداء، ص: ٥ وشرح الجزرية لملا على، ص: ٢٠ وعمدة البيان: ٢١.

❸ النشر: ٢١٠/١ والجيز للقرطبى: ٨٨.

❹ الدرالمنثور: ٢٥٠/٣ والنشر: ٣١٥/١.

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو پڑھایا کرتے تھے تو ایک آدمی نے پڑھا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ اور بغیر مد کے (للفقراء) کو پڑھا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھایا تھا تو اس آدمی نے عرض کیا کہ پھر کیسے پڑھایا تھا؟ تو فرمانے لگے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ (کو پڑھ کر سنایا) اور (للفقراء) میں مد کی۔''

(اس روایت کو طبرانی نے معجم الاوسط اور کبیر میں اور ابن مردویہ نے اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور محدث الالبانی نے صحیح قرار دیا ہے) تو انھیں دلائل و براہین کو سامنے رکھ کر (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں جو قرآن مجید ترتیل سے پڑھا جاتا تھا) علماء نے ایک علم کی بنیاد رکھی جس کا نام علم تجوید رکھا جو کہ مذکورہ بالا قول علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مستنبط کیا گیا کیونکہ صحابی کی تفسیر حجت ہے، حتیٰ کہ علامہ محمد مکی نصر نے اپنی کتاب (نهاية قول المفيد) میں علماء کا تجوید کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں:

((فَقَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ الْمَعْصُومَةُ مِنَ الْخَطَا عَلٰى وُجُوْبِ التَّجْوِيْدِ مِنْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلٰى زَمَانِنَا وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَهٰذَا مِنْ أَقْوَى الْحُجَجِ.)) [1]

''اُمت اسلامیہ کا تجوید کے وجوب پر اجماع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک اور کسی نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا اور یہ تمام دلائل سے قوی حجت ہے۔''

یعنی تجوید (جو کہ ترتیل ہے) کے وجوب پر۔

اور علامہ ابن الجزری فرماتے ہیں:

((لَا شَكَّ أَنَّ الْأُمَّةَ كَمَا هُمْ مُتَعَبَّدُوْنَ بِفَهْمِ مَعَانِي الْقُرْآنِ

[1] عمدة البيان: ٢٢ ونهاية قول المفيد: ١٥.

وَإِقَامَةِ حُدُوْدِهِ مُتَعَبِّدُوْنَ بِتَصْحِيْحِ أَلْفَاظِهِ وَإِقَامَةِ حُرُوْفِهِ عَلَى الصِّفَةِ الْمُتَلَقَّاةِ مِنْ أَئِمَّةِ الْقِرَاءَةِ الْمُتَّصِلَةِ بِالْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ الْأَفْصَحِيَّةِ الْعَرَبِيَّةِ الَّتِي لَا تَجُوْزُ مُخَالَفَتُهَا وَالْعُدُوْلُ عَنْهَا إِلَى غَيْرِهَا .)) [1]

''اس بات میں شک نہیں کہ اُمت (اس بات کی مکلّف ہے) کو قرآن مجید کے فہم اور اس کی حدود کو قائم کرنے کا ثواب ملتا ہے اسی طرح وہ اس بات (کی بھی مکلّف ہے) پر بھی اجر حاصل کرتی ہے کہ وہ الفاظ کو صحیح کریں (کیونکہ الفاظ کی صحت سے ہی مفاہیم و معانی و مدعا صحیح متعین ہوسکتا ہے) اور حروف قرآن کو اس صفت کے مطابق پڑھیں جو نبی کریم ﷺ سے فصیح عربی زبان میں حاصل کی گئی۔''

اور مزید اپنی کتاب ''المقدمة الجزرية'' میں فرماتے ہیں:

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمُ
مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرَانَ آثِمُ
لِأَنَّهُ بِهِ الْإِلٰهُ أَنْزَلَا
وَهٰكَذَا مِنْهُ إِلَيْنَا وَصَلَا [2]

''اور تجوید کا حاصل کرنا ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن مجید نہیں پڑھتا وہ خطا کار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجوید کے ساتھ ہی قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور اسی طرح (تجوید کے ساتھ ہی) اس (اللہ تعالیٰ) سے ہم تک پہنچا ہے۔''

گنہگار اس لیے ہوتا ہے جب وہ ترتیل و تجوید کے ساتھ نہیں پڑھے گا تو حروف صحیح نہیں پڑھے جائیں گے اور جب حروف صحیح نہیں پڑھے جائیں گے تو پھر ان کا معنیٰ بھی غلط ہوگا جس کی چند مثالوں سے وضاحت کرتے ہیں:

---

[1] النشر: ۱/ ۲۱۰.
[2] المقدمة الجزرية رقم البيت: ۲۷، ۲۸.

❀ مثلاً ہم نماز پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں: اللّٰہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے، لیکن اگر نانی اماں والا اور فلاں خالہ جی کا پڑھا ہوا ہو تو وہ اکبر کے کاف کو اقبر موٹا کر دیتا ہے جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ اللہ نے قبر کھودی تو ظاہر ہے نعوذ باللہ یہ اللہ کی توہین ہے اور نماز کیسے سلامت رہے گی۔

❀ پھر نماز میں ہم کہتے ہیں (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) جس کا معنی ہے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں لیکن اگر اس حا کو تھوڑا سا تکاسل و امہال سے ھا پڑھ دیا (الھمد) تو اس کا معنی یہ ہو جائے گا کہ آگ کی حرارت کا ختم ہونا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو یہ معنی اللہ تعالیٰ کو مقصود ہی نہیں۔

❀ اسی طرح قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں ﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (البقرة: ۲۰) ''اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''...... اگر ہم نے قدیر کی قاف کو باریک کر دیا تو یہ قاف کاف بن جائے گا جس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کدورت رکھنے والا ہے اور یہ بندوں کی صفت ہے اللہ تعالیٰ ایسی گندی صفات سے منزہ ہے، مبرا ہے۔

❀ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿وَّ نُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا﴾ (النساء: ۵۷) ''ہم (جنتیوں) کو گھنے ساؤں میں داخل کریں گے'' ...... اگر اس ظا کو موٹا نہ پڑھا باریک پڑھ دیا تو معنی ہوگا (ذلا ذلیلا) ہم جنتیوں کو بڑی ذلالتوں میں داخل کریں گے۔''

❀ اسی طرح قرآن کریم میں اِرشاد ہے:

﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط﴾ (الاسراء: ۲۷)

''بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔''

اب اگر المبذرین کی ذال کو موٹا پڑھ دیں تو یہ ظا بن جائے گی جس کا معنی یہ ہوگا کہ ختنے کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ ذرا سوچیں ایک تو قرآن کا مفہوم غلط ہوا اور دوسرا فطرت کی دس چیزوں میں سے ایک ختنہ کرنا بھی ہے تو ایک طرف تو فطرت کی

علامت ہے ختنہ کرنا، دوسری طرف ہم اس کو شیطانی فعل صرف اپنی جہالت کی بناء پر بنا رہے ہیں۔

- اسی طرح قرآن مجید میں حکم ربانی ہے ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر : ۲) ''پس اے محمد! تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر'' اگر وَانْحَرْ جو کہ نَحَرَ سے ہے جس کا معنی قربانی کرنا ہے اس کو حال کی بجائے موٹا پڑھ دیا تو وہ ہو جائے گی نَهَرَ سے تو معنی ہو جائے گا کہ اے محمد تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور ڈانٹ۔
- اسی طرح ہم صبح و شام تینوں قل (سورۃ اِخلاص، والفلق، والناس) پڑھتے ہیں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ جس کا معنی یہ ہے کہ ''کہو اللہ ایک ہے'' لیکن اگر ہم نے قل کے قاف کو باریک کر دیا تو یہ کل بنجائے گا جس کا معنی یہ ہو جائے گا کہ کھاؤ وہ اللہ ایک ہے۔
- اسی طرح اگر ترتیل و تجوید کی معرفت نہ ہو تو آیات قرآنی پر وقف ایسا ہوتا ہے کہ معنی خراب ہوتا ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ (النساء : ۴۳) پر وقف کریں تو معنی یہ ہوتا ہے کہ ''اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ''...... حالانکہ نماز نہ پڑھنے والا کافر ہے تو یہاں وقف نہیں کرنا ہوگا، بلکہ ہر آیت پر کریں یا جہاں معنی پورا ہوتا ہو جیسا کہ یہاں آگے آیت کا تکملہ ہے ﴿وَأَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ ''جب تم نشے میں ہو''...... تو اوقاف کی کی معرفت ترتیل و تجوید کے بغیر ناممکن ہے اور بسا اوقات وقف کرنا ہوتا ہے ہم نہیں کرتے، بلکہ وصل کرتے ہیں مثلاً: ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (یونس : ۶۵) کو اگر اکٹھا پڑھیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اے نبی! تم کو ان (مشرکوں و کافروں) کی یہ باتیں غم میں نہ ڈالیں کہ ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ حالانکہ یہی تو لڑائی تھی کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو عبادت کے لیے نہیں سمجھتے تھے اس کے شریک بناتے تھے لیکن یہ معنی کب پیدا ہوا جب ہم نے ملا کر پڑھا۔ اس لیے قولهم پر ٹھہرنا لازمی اور ضروری ہے پھر آگے پڑھیں تو معنی یہ ہوگا کہ تمہیں ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں۔ ساری عزت تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے (وہی تمھیں عزت دے گا

یہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔)

تو میرے محترم بھائی ! قرآن مجید تو کیا نماز کی دعائیں بھی خراب ہوتی ہیں مثلاً وتبارك اسمك ہم دعاء استفتاح پڑھتے ہیں جس کا معنی ہے تیرا برکت والا نام ہے (اے اللہ)اور اکثر سین کو ثا پڑھتے ہیں اثـــمك تو معنی یہ بن گیا برکت والا گناہ ہے (اے اللہ) (أعوذ باللہ) کیا ہم یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہے ہیں یا برائی بیان کر رہے ہیں۔

تو میرے محترم ! قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ (تجوید کے ساتھ) پڑھنا اس لیے ضروری ہے اور نہ پڑھنے والے کو گناہ ہوگا۔لیکن اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ قواعد اور قانون دوسال میں یاد کرے بلکہ یہ قواعد اصل مقصود نہیں اصل مقصود تو وہ کیفیت ہے جس کیفیت پر قرآن مجید نازل ہوا، وہ ترتیل کی کیفیت ہے جو کہ بغیر استاد کے ممکن نہیں، اس لیے کہ جو شخص استاد سے نہیں پڑھتا بلکہ خود ہی قرآن پڑھتا ہے وہ صحیح نہیں پڑھ سکتا جیسا کہ علامہ الحسینی" القول السدید فی بیان حکم التجوید" میں فرماتے ہیں:

مَـنْ يَـأْخُـذُ الْـعِـلْمَ عَنْ شَيْخٍ مُشَافَهَةً
يَـكُـنْ عَنِ الزَّيْغِ وَالتَّصْحِيفِ فِيْ حَرَمٍ
وَمَـنْ يَـكُـنْ آخِـذًا لِلْعِلْمِ مِنْ صُحُفٍ
فَـعِـلْـمُـهٗ عِـنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَالْعَدَمِ [1]

"جو شخص کسی شیخ سے تلقی کے ساتھ (منہ در منہ، آمنے سامنے) علم حاصل کرتا ہے اس کا علم ٹیڑھ پن اور تحریف سے محفوظ رہتا ہے اور جو شخص صحائف (کتابوں) سے علم حاصل کرتا ہے اس کا علم اہل علم کے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔"

اس لیے سعادت مند وہ ہے جو قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتا ہے جیسا کہ ابن الجزری فرماتے ہیں:

[1] القول السدید فی بیان حکم التجوید، ص : ۵۰.

فَلْيَحْرِصِ السَّعِيْدُ فِيْ تَحْصِيْلِهٖ
وَلَا يَمُلُّ قَطُّ مِنْ تَرْتِيْلِهٖ

''سعادت منداس کی تحصیل میں حرص کرتا ہے اور اس کی ترتیل سے کبھی بھی نہیں اکتاہٹ محسوس کرتا۔''

اور یہی بار بار پڑھنا ہی (مشق کرنا، تدریب کرنا) قاری اور غیر قاری کا فرق ہے جیسا کہ ابن الجزری فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ تَرْكِهٖ
إِلَّا رِيَاضَةُ امْرِئٍ بِفَكِّهٖ

''قاری اور غیر قاری کے درمیان فرق صرف منہ کی ریاضت (مشق کا ہے۔''

لیکن افسوس ہے کہ خود تو تجوید و ترتیل ہم حاصل کرتے نہیں بلکہ جنھوں نے حاصل کی ہے یا کر رہے ہوتے ہیں ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں واقعی کسی نے خوب کہا تھا: ((اَلْقَارِي بِالتَّجْوِيْدِ مُحْسِنٌ مَاجُوْرٌ وَمُخَالِفُهٗ إِمَّا مُسِيءٌ مَأْزُوْرٌ أَوْ مُقَصِّرٌ مَغْرُوْرٌ أَوْ ضَعِيْفٌ مُتَعْتِعٌ مَعْذُوْرٌ)) ''قاری قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنے والا محسن ہے اور اجر پانے والا ہے اور علامہ جزری فرماتے ہیں: ((مَنْ يُحْسِنُ التَّجْوِيْدِ يَظْفَرُ بِالرُّشْدِ)) جو اچھی طرح تجوید میں ماہر ہوگا وہ ہدایت پائے گا اور اس کا مخالف تین حال سے خالی نہیں۔

- وہ گنہگار ہے اور غلط آدمی ہے (کیونکہ وہ قاری نہیں بلکہ سیدھا قرآن سے ہی بغض رکھتا ہے۔)
- یا وہ متکبر ہے اور خود یہ نہیں سیکھتا تو اس لیے مخالفت کرتا ہے کیونکہ مَنْ جَهِلَ شَيْئًا عَادَاهُ جو جس چیز سے جاہل ہو اس سے عداوت رکھتا ہے اپنے تکبر و انا کی وجہ سے سیکھتا نہیں پھر اس محرومی کو مخالفت کی آگ کا لبادہ پہناتا ہے۔
- یا وہ کمزوری ہے اور اس کی زبان اٹکتی ہے تو اس کا عذر ہے اس کی یہ مخالفت ایک عذر کی

بنیاد پر ہے۔

❀ تو اے میرے مسلمان بھائی! ذرا سوچیں آپ تینوں میں سے کس قسم پر ہیں تو فوری توبہ کرو اور محسن اور اجر پانے والوں سے ہو جاؤ۔ قیامت کے دن کیا جواب دو گے کہ ہم مشغول تھے ہمارے کاروبار کے مندہ پڑ جانے کا خطرہ تھا۔ لیکن افسوس تو اس سے بڑھ کر یہ بھی ہے کہ مدارس و مکاتب جو عرصہ دراز سے خدمت اسلام و تعلیم و تربیت اسلام میں مگن ہیں ان میں یہ صورتحال پیدا ہو چکی ہے کہ جو مدارس دینیہ سے فارغ ہوتا ہے اس کے خطاب کا آہنگ تو آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہوتا ہے، لیکن جب فاتحة القرآن ہی پڑھے تو واللہ شرم آتی ہے کہ اتنا اچھا مقرر اور قرآن کے بارے میں اتنا کورا شخص ہے دوسری طرف جو قاری بنتے ہیں ان کو یہی ہوتا ہے کہ میں نے پڑھنا کیسے ہے کچھ پتا نہیں کہ جو پڑھ رہا ہوں اس کا معنی کیا ہے بالفاظ دیگر قراءت تو بڑی اچھی ہے لیکن سورۃ فاتحہ کا ترجمہ بھی نہیں آتا یہ تو دینی لوگوں کا حال ہے کہ وہ افراط و تفریط کا شکار ہیں اور یہ دو انتہائیں ہیں کہ جب تک ان کو یکجا نہ کیا جائے گا خاطر خواہ فوائد ہمیں میسر نہیں آسکتے اس لیے میں انتہائی ادب سے علماء سے گزارش کروں گا کہ وہ قرآن مجید کو اس طرح پڑھنے کی سعی و جدوجہد ضرور کریں اور سیکھیں جس طرح ہمارے نبی ﷺ نے پڑھا تھا اور وہ ترتیل ہے جو ہم تک پہنچی ہے اور قرآن چونکہ عربی میں ہے تو اس کو عربی لہجوں میں پڑھنا ہوگا اور کیوں نہیں؟ علامہ موسیٰ نصر فرماتے ہیں:

((إِنَّ الْقُرْآنَ وَصَلَنَا مُتَوَاتِرًا بِلُغَتِنَا وَصِفَةُ تِلَاوَتِهِ أَيْضًا مُتَوَاتِرَةً إِذْ هُمَا أَيُّ اللَّفْظِ وَصِفَةُ التِّلَاوَةِ مُتَلَازِمَانِ تُلَازِمُ ذَاتَ الشَّيْءِ الْوَاحِدِ صِفَتُهُ.)) [1]

”قرآن مجید (اپنی لغت (عربی) کے ساتھ ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے اور اس کی

[1] القول المفيد: ١٤.

صفت تلاوت (ترتیل بنام تجوید) بھی متواتر ہے گویا کہ لفظ اور اس کی صفت دونوں لازم وملزوم ہیں جس طرح ایک چیز کے ساتھ اس کی صفت لازمی ہوتی ہے۔"

اب دیکھیں اگر ہم کہیں کہ ڈاکٹر صاحب آئے ہیں تو ظاہر ہے ڈاکٹری ان کی صفت ہے وہ جب آئے ہیں تو ڈاکٹری ساتھ لے کر آئے ہیں گھر چھوڑ کر تو نہیں آئے اسی طرح قرآن مجید اگر عربی زبان میں ہے تو اس کی صفت تلاوت یہ دونوں ہی ہم تک محفوظ پہنچی ہیں اس لیے جہاں ہم قرآن مجید کو متواتر سمجھ کر حاصل کرتے ہیں اس کی صفت بھی حاصل کرنا ہوگی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول کریم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے۔ اور اسی طرح میں قراء کرام سے بھی گزارش کروں گا کہ جہاں وہ قرآن مجید کی تلاوت کی نوک پلک کو سنوارنے میں اُنھوں نے وقت لگایا ہے وہ اس قرآن مجید کی فہم بھی حاصل کریں کیونکہ جب تلک عمل نہیں ہوگا اکیلا تلاوت کر لینا اس کے لیے نفع بخش نہیں ہوگا اور عمل کرنا علم پر موقوف ہے۔ اگر قرآن مجید کے معانی ومطالب ومفاہیم ومدعا کا پتہ نہیں ہوگا تو پھر وہ کیا عمل کرے گا اور کیسے کرے گا؟ اگر یہ دونوں شعبے علماء وقراء اپنی اپنی انتہاء کو چھوڑ کر دونوں کو ملا کر چلیں گے تو ان شاء اللہ العزیز معاشرے کی ایک عظیم اکثریت ایک بہترین انسان عالم وقاری بنے گی جس سے بوڑھے اور بچے اور ادھیڑ عمر لاکھوں لوگ جو ناظرہ بھی پڑھنے پر قادر نہیں اور قرآن کے بارے بالکل نابلد ہیں، ان کی زندگیاں سدھر جائیں گی اور ان کی ان زندگیوں کے سدھرنے سے ایک اچھا معاشرہ قائم ہوگا اور قیامت کے روز اس نیکی کے سہرے علماء قراء کے سروں پر سجائے جائیں گے۔

اے میرے مسلمان بھائی! یہ تھی قرآن مجید کے دوسرے حق کی پہلی شرط کہ ہم قرآن کو اس طرح پڑھیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے اور حق اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک ترتیل و حروف کی شناخت و پہچان اور ان کی ادائیگی کی صلاحیت حاصل نہ کی جائے جس کے بارے میں ہم براہین پیش کیے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ لفظ کے بدلنے سے معانی بدلتے ہیں جس سے مراد الٰہی بھی بدلتی ہے اور بسا اوقات تو نماز بھی باطل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے چنانچہ ان مختصر دلائل کو

پڑھنے کے بعد بھی اگر اس نعمت جلیلہ کی طرف توجہ نہ دی جائے اور اسے اپنے ماتھے کا جھومر نہ بنایا جائے اور پھر بھی ترتیل (تجوید) کا انکار کریں تو پھر شاعر کا قول سنائے دیتا ہوں:

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْأَذْهَانِ شَيْءٌ
إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيلٍ ❶

''اس ذہن کی صحت کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے جو دن چڑھے ہوئے کی دلیل مانگے۔''

وہ ذہن صحیح نہیں اس کے علاج کی ضرورت ہے۔ اور وہ علاج قرآن وسنت کی طرف رجوع اور یوم آخرت کا ڈر اور قرآن مجید اور اس کے اتارنے والے کی عظمت کا احساس ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کو اس طرح پڑھنے کی توفیق دے جس طرح ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے پڑھا تھا اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۲۔ قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھا جائے:

کسی بھی زبان کا مقام عروج (Climex) بولنے سے جلوہ فگن ہوتا ہے اور حسن سماعت کا ذوق تقریباً ہر انسان میں ودیعت کیا گیا ہے اور اچھی آواز ہر شخص کو بھاتی ہے اس لیے قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنا ضروری ہے اور چونکہ اسلام ایک دین فطرت ہے اور وہ مخلوق ربانی کے فطری جذبوں کو یکسر ختم نہیں کرتا بلکہ ان تمام دواعی کو صحیح راستوں پر ڈال دیتا ہے چنانچہ حسن نظر اور حسن سماعت انسان کے قدرتی داعیات میں سے ہے اسی لیے قرآن مجید کو خوش اسلوبی اور خوش آوازی میں پڑھنے کا باقاعدہ حکم دیا گیا چنانچہ براء بن عازب اور ابن عباس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ .)) ❶

''قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو۔''

اور پھر اس کی توجیہ بھی بیان کی کہ اچھی آواز سے کیوں پڑھنا ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

---

❶ صحیح الجامع: ۳۵۸۰ وابن ماجه: ۱۳۴۲ والنسائی: ۱۰۱۴.

بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((حُسْنُ الصَّوْتِ زِيْنَةُ الْقُرْآنِ .)) ❶

”اچھی آواز قرآن مجید کی زینت ہے۔“

اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحُسْنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا .)) ❷

”قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن کریم کے حسن کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔“

اور براء رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحُسْنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا .)) ❸

”قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ حسن دو کیونکہ حسین آواز قرآن مجید کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔“

چنانچہ قرآن مجید کو اچھی آوازوں کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے حتیٰ کہ جو قرآن مجید کو اچھی آواز میں نہیں پڑھتا اس کے بارے میں وعید آئی ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ .)) ❹

”قرآن مجید کو جو حسن صوت سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔“

---

❶ صحيح الجامع: ٣١٤٤ والصحيحة: ١٨١٥.

❷ صحيح الجامع: ٣٥٨١ و الصحيحة: ٧٧١.

❸ صحيح الجامع: ٣١٤٥ والصحيحة: ٧٧١ وصحيح أبي داؤد: ١٣٢٠.

❹ صحيح الجامع: ٥٤٤٢ وابن ماجه: ١٣٣٧ وأحمد: ١٧٩،١٧٥،١٧٢/١ وأبوداؤد: ١٤٦٦ وتحفة الأخيار: ٥٧٤١.

اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خود قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھتے تھے جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ.)) ❶

''میں نے نبی کریم ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورت (والتین والزیتون) پڑھتے سنا، (اُنھوں نے اس کو اتنا حسین پڑھا کہ) میں نے کسی کو بھی اس طرح پڑھتے نہیں سنا۔''

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی حسن صوت کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ.)) ❷

''اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس طرح کان نہیں لگاتے (سنتے) جس طرح نبی کریم ﷺ کی آواز پر لگاتے ہیں جبکہ وہ قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھ رہے ہوتے ہیں۔''

اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَلّٰهُ أَشَدُّ أُذُنًا إِلَى الرَّجُلِ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلٰى قَيْنَتِهِ.)) ❸

''اللہ جل شانہ اچھی آواز والے قرآن مجید پڑھنے والے آدمی کو زیادہ سنتے ہیں اتنا مغنیہ (موسیقی والا) والا مغنیہ (موسیقار) کو نہیں سنتا۔''

پھر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خود ہی نہیں پڑھتے تھے بلکہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

---

❶ البخاري: ٧٦٩ ومسلم: ٤٦٤.

❷ البخاري: ٥٠٢٣، ٥٠٢٤ وصحيح الجامع: ٥٥٢٥ وتحفة الأخيار: ٥٨١٤.

❸ ابن ماجه: ١٣٤٠.

بھی حسن صوت سے پڑھتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ان سے کہتے کہ مجھے سناؤ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہا تو وہ فرمانے لگے : اے اللہ کے رسول ! میں سناؤں اور قرآن مجید تو آپ پر نازل ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي .)) ''میں چاہتا ہوں (پسند کرتا ہوں) کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے سنوں''...... پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنایا❶ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک آدمی کی قراءت سنی تو فرمانے لگے کہ یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ یہ عبداللہ بن قیس ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ أُوْتِيَ هٰذَا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوٗدَ .))❷

''یہ شخص مزامیر آل داود دیا گیا ہے۔''

یعنی داود علیہ السلام کی آل کی بانسریاں، خود داود علیہ السلام بھی تغنی کے ساتھ پڑھتے خود بھی روتے اور رلاتے اور زبور کو ۷۰ لحنوں (لہجوں) میں پڑھتے تھے❸ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو پڑھتے سنا تو ان کو فرمایا کہ میں رات کو تیری قراءت سن رہا تھا۔

((لَقَدْ أُوْتِيْتُ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوٗدَ .))❹

''تو تو آل داود کی مزامیر میں سے مزمار (بانسری) دیا گیا ہے۔''

تو وہ فرمانے لگے کہ اگر مجھے پتہ چل جاتا تو ((لَحَبَّرْتُهُ لَكَ تَحْبِيْرًا .))❺ ''اور زیادہ حسین پڑھتا''...... اور عمر رضی اللہ عنہ جب بھی ابوموسیٰ اشعری کو دیکھتے تو کہتے: ((ذَكِّرْنَا رَبَّنَا يَا أَبَا مُوْسٰى فَيَقْرَأُ عِنْدَهٗ .))❻ ''اے ابوموسیٰ ! ہمارے رب کی یاد تازہ کرو تو پھر وہ ان

---

❶ البخاری: ٥٠٤٩، ٥٠٥٠، و مسلم: ٨٠٠.

❷ مسلم: ٧٩٣،٢٣٥ وابن ماجه: ١٣٤١ والتحفة: ١٥١١٩.

❸ فتح الباری: ٩/٩٠.

❹ البخاری: ٥٠٤٨، ومسلم: ٧٩٣،٢٣٦ والترمذی: ٣٨٦٤.

❺ فتح الباری: ٩/١١٦.

❻ الدارمی: ٣٣٩٧،٣٤٩٤.

کے پاس قرآن مجید پڑھتے"......اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں عشاء کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی زندگی میں کچھ لیٹ ہوگئی تو جب گھر آئی تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ کہاں تھی؟ تو میں نے کہا کہ میں آپ کے ساتھیوں میں سے ایک کی آواز سن رہی تھی اس کی قراءت وآواز جیسی کسی کی نہیں سنی تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور میں بھی۔ پھر اسے جا کر غور سے سنا اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے یہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میری اُمت میں ایسے شخص بھی پیدا کیے ہیں۔ ❶

عبدالرحمٰن بن سائب فرماتے ہیں کہ سعد بن اُبی وقاص ہمارے پاس آئے اور ان کی آنکھوں کی بینائی جا چکی تھی تو میں نے ان کو سلام کیا تو اُنھوں نے پوچھا کون ہو تم؟ تو میں نے بتلایا تو کہنے لگے:

((مَرْحَبًا بِابْنِ أَخِيْ بِالْغِنٰى أَنَّكَ حَسَنَ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ .))

"خوش آمدید اے میرے بھتیجے! میں نے سنا ہے کہ آپ کی قرآن کی تلاوت بڑی حسین۔"

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرآن کو جو تغنی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ❷ اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ ((كَانَ يُقَدِّمُ الشَّابَ الْحَسَنَ الصَّوْتَ لِحُسْنِ صَوْتِهِ بَيْنَ يَدِيِ الْقَوْمِ)) ❸ "نوجوان کو اس کی اچھی آواز کی وجہ سے قوم کے سامنے مقدم کرتے تھے (یعنی وہ امامت کرواتا تھا)"......حتیٰ کہ امام نووی رحمہ اللہ نے علماء سلف وخلف کا اجماع نقل کیا ہے کہ صحابہ وتابعین وعلماء امصار تک سب متفق ہیں کہ قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے۔ ❹ اور ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أَمَّا تَحْسِيْنُ الصَّوْتِ وَتَقْدِيْمُ حَسَنِ الصَّوْتِ عَلٰى غَيْرِهِ فَلَا

---

❶ ابن ماجه : ١٣٣٨ وتحفة الأشراف: ١٦٣٠٣.

❷ ابن ماجه : ١٣٣٧. ❸ فتح الباري: ٩/١١٦.

❹ التبيان: ٨٧ وفتح الباري: ٩/٩١.

نِزَاعَ فِيْ ذٰلِكَ .)) ❶

''رہا آواز کو اچھا کرنا اور اچھی آواز کو (اچھی آواز والے) کو دوسری (آواز) پر مقدم کرنا تو اس میں کوئی نزاع نہیں یہ اتفاقی چیز ہے۔''

اب اس سابقہ تقریر سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ تحسین صوت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت ضروری ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تحسین صوت کا معیار یہی ہے کہ صرف اچھی آواز ہو؟ نہیں اس کا یہ قطعاً مطلب نہیں کہ تحسین صوت یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، جس کو چاہے دے دے۔ کتنے ہی قراء جنھوں نے حفظ بھی مکمل نہیں کیا ان کی آواز اتنی پیاری ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مسجد نبوی جیسی عظیم جگہوں میں امامت کروانے کے لیے موقع دیا اور کتنے ہی قراء متبحر ہیں اور عالم ہیں لیکن ان کی آواز بالکل سادہ ہے۔ ان کی اداء تو ہے لیکن آواز نہیں۔ اس لیے اصل معیار تحسین صوت کا وہ ہے جو جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ الَّذِيْ إِذَا سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ رَأَيْتَ أَنَّهُ يَخْشَى اللّٰهَ .)) ❷

''لوگوں میں سے قرآن مجید کی تلاوت میں حسین صوت (آواز) والا وہ ہے کہ جس کو جب تم دیکھو کہ وہ پڑھ رہا ہے تو (ایسے لگے کہ) وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہو۔''

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((أَحْسَنُ النَّاسِ قِرَاءَةً الَّذِيْ إِذَا قَرَأَ رَأَيْتَ أَنَّهُ يَخْشَى اللّٰهَ .)) ❸

''لوگوں میں سے اچھی قراءت والا وہ ہے جب وہ قراءت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ

---

❶ فتح الباری: ۹/۹۱.

❷ صحیح الجامع: ۲۲۰۲ وابن ماجہ: ۱۳۳۱.

❸ صحیح الجامع: ۱۹۴.

سے ڈر رہا ہو۔"

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

((كَانَ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ خَوْفٍ تَعَوَّذَ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَنْزِيهُ اللّٰهِ سَبَّحَ .)) [1]

"جب آیت خوف پڑھتے تو اس سے پناہ مانگتے اور جب آیت رحمت پڑھتے تو اس کا سوال کرتے اور جب ایسی آیت تلاوت فرماتے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان ہوئی تو سبحان اللہ کہتے۔"

گویا مومن کا منہج چونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف اور اس کی جنت کی اُمید کے درمیان ہوتا ہے جو کہ اس حدیث نے بھی واضح کیا ہے کہ قرآن مجید کی تحسین فقط کانوں پر ہاتھ رکھ کر خوبصورت پڑھنا نہیں بلکہ بڑے پیار و وقار و شریں و میٹھی اور بغیر تکلف و تصنع کے لطیف و عمدہ تلاوت کا نام ہے جس میں لہجہ عرب کے موافق پڑھتے وقت خشوع و خضوع اور وقار بھی قائم رہے۔ نہ کہ تلاوت کے وقت پیشانی پر شکن پڑنا اور جلد جلد پلکیں گرانا یا زور سے آنکھیں بند کرنا اور ناک پھلانا اور منہ کو ٹیڑھا کرنا اور گرج دار و رعشہ زدہ آواز نکالنا اور منہ کو گہرا کر کے گلے سے زور سے آواز نکالنا، سب تکلفات ہیں جس سے طبیعتیں نفرت کرتی ہیں اور دل بیزار ہوتے ہیں اور یہی وہ تکلّفات ہیں کہ جنھوں نے لوگوں کو ترتیل و تجوید سے دور کر دیا ہے اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((أَخَافُ عَلَيْكُمْ سِتًّا إِمَارَةُ السُّفَهَاءِ وَسَفْكُ الدَّمِ وَبَيْعُ الْحُكْمِ وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَنَشْوًا يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ .)) [2]

"عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

[1] صحيح الجامع: ٤٧٨٢.

[2] صحيح الجامع: ٢١٦، والصحيحة: ٩٧٩.

کہ مجھے تم پر چھ چیزوں کا خوف ہے:

۱۔ بیوقوفوں کی امارت ۲۔ خونریزی

۳۔ حکم کی بیع ۴۔ قطع رحمی (قطع تعلقی)

۵۔ چھوٹے بچے قرآن مجید کو بانسریاں (گیت) کے طور پر لیں گے اور فوجی دستوں کی کثرت۔''

اس حدیث میں مقصود پانچویں چیز ہے کہ قرآن مجید کو گیتوں کی طرح پڑھیں گے خشیت نہیں ہوگی اور اپنا نام پیدا کرنے کے لیے مذکورہ حربے استعمال کریں گے تو جتنی مرضی حسین آواز ہو، اس کو برباد کردے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ریاکاری سے ڈراتے ہوئے خصوصاً یہ کہا تھا:

((أَكْثَرُ مُنَافِقِي أُمَّتِي قُرَّاءُ هَا .)) ❶

''ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کے اکثر منافق قاری ہوں گے۔''

اس لیے میرے محترم و معزز بھائی! جب بھی تلاوت کرو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور جیسی بھی آواز ہو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، لوگوں کی رضا نہ حاصل کرنا جو نہ حاصل ہو سکتی ہے اور بلکہ اللہ تعالیٰ کا مجرم بھی بناتی ہے۔

الغرض! حسین صوت (اچھی آواز) وہی متصور کی جائے گی جو قرآن مجید کو بغیر کسی تکلف و بناوٹ کے انتہائی وقار و اطمینان کے ساتھ خشیت الٰہی کے ساتھ اور ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر) کے ساتھ ہر حرف کو واضح واضح کر کے پڑھا جائے اور آواز کو لمبا کر کے پڑھا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے بارے میں انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ مَدًّا .)) ❷

---

❶ صحيح الجامع: ١٢٠٣ والصحيحة: ٧٥٠

❷ صحيح الجامع: ٥٠١٣ والبخاري: ٥٠٤٥

”وہ (اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ) اپنی آواز کو قرآن مجید کے ساتھ لمبا کرتے۔“

جو کہ وقار اطمینان وخشیت کو واضح کرتا ہے اور تکلف وتصنع کو اور بناوٹ وغلو کو دور کرتا ہے۔ اسی لیے علامہ ابن الجزری نے بھی قاری کی تعریف یہی کی ہے:

مُكَمَّلًا مِنْ غَيْرِ مَا تُكَلُّفِ
بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفِ ❶

قاری قرآن عمدہ ادائیگی کرنے والا (صحیح تلفظ کو ادا کرنے والا) اور تکلف اور بے راہ روی سے بچنے والا (تجوید کے خلاف نہ پڑھنے والا) ہوتا ہے“......اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید کو پڑھتے وقت اس صفت کو اپنانے کی توفیق دے جو رب کو راضی کرے اور ریا کاری ودکھلاوے سے بچائے اور خوبصورت سے خوبصورت پڑھنے کی توفیق دے۔ آمین

۳۔ قرآن مجید کو یاد کیا جائے اور روزانہ کا معمول بنایا جائے:

قرآن مجید کے حفظ کا سلسلہ نہایت ہی مبارک اور حفاظت قرآن کی ربانی تدابیر میں سے ایک تدبیر ہے جس کی طرف توجہ وانہماک کی اشد ضرورت ہے ایک وقت تھا کہ ایک ایک گھر میں کئی کئی حافظ تھے اور وہ گھرانا منحوس سمجھا جاتا تھا جس میں کوئی ایک شخص بھی حافظ قرآن نہ ہو۔ آج بھی اگرچہ قرآن مجید کے لاکھوں حافظ ہیں، لیکن المیہ یہ ہے کہ حفظ ایک رواج بن گیا ہے۔ قرآن مجید تو اس لیے حفظ کرنا تھا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ ہدایت لے سکیں اور رات کی تاریکیوں میں اس سے محظوظ ہو سکیں لیکن نتیجہ پھر اس رواج کا یہ نکلتا ہے کہ جو دکھاوے وریا کاری کے لیے یاد کیا ہوتا ہے یاد کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ اس کے لیے مصیبت بن جاتا ہے اور دین کیا سمجھنا وہ داڑھی کو بھی کٹوا دیتا ہے لیکن ہے حافظ۔ دُنیا کا اِمام کیا اس نے بننا ہے وہ باجماعت کا مقتدی بھی نہیں رہ جاتا بلکہ نمازیں بھی چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید یاد کیا جاتا اور جس نے حفظ کیا ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا تھا چنانچہ جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ گئے اور قباء کی جگہ ٹھہرے

---

❶ المقدمة الجزرية رقم البيت: ۳۲.

تو ان لوگوں کو سالم مولیٰ ابی حذیفہ جو کہ ابوحذیفہ کے غلام تھے نماز پڑھاتے جس کی وجہ یہ تھی کہ ((كَانَ اَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا)) ❶ ''اس نے قرآن مجید باقی ساتھیوں سے زیادہ یاد کیا ہوا تھا''...... اور حتیٰ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ حکم فرما دیا جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((يَؤُمَّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ .)) ❷

''قوم کا امام وہ بنے جو سب سے زیادہ پڑھنے والا (جو سب سے زیادہ قرآن مجید کا قاری ہے)۔''

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَأُهُمْ .)) ❸

''جب تین ہوں تو ان میں سے ایک نماز کروائے اور ان تینوں میں سے زیادہ حق وہ رکھتا ہے جو زیادہ قاری ہو۔''

یہی وہ حفظ کا معیار تھا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عمرو بن سلمہ جن کی عمر بمشکل آٹھ سال تھی ان کو امام بنایا گیا اور جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ

((كُنْتُ أَؤُمُّهُمْ وَأَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ وَكَانَتْ عَلَى بُرْدَةٌ (مفتوقة) إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّيْ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ أَلَا تَغُطُّوْنَ عَنَّا إِسْتَ قَارِئِكُمْ .)) ❹

''میں آٹھ سال کا تھا تو ان کو (قوم کو) نماز پڑھاتا تھا میرے پاس ایک ہی

---

❶ البخاری: ٦٩٢.

❷ مسلم: ٢٩١،٢٩٠ وابن ماجه: ٩٨٠ والترمذی: ٢٣٥ والنسائی: ٧٧٩ وصحيح الجامع: ٨٠١٢،٨٠١١.

❸ مسلم: ٢٨٩ والنسائی: ٨٣٩،٧٨١.

❹ البخاری: ٤٣٠٢ والنسائی: ٧٦٦،٧٨٨.

چادر تھی جو سجدے کے وقت (پیچھے سے) ہٹ جاتی (اور میں برہنہ ہو جاتا) تو ایک عورت نے کہا (اس محلے کی ایک عورت) کہ تم اپنے قاری کی پچھاڑی کو ہم سے کیوں نہیں چھپاتے (ڈھانپتے) پھر ان کو قمیص دی گئی۔"

اب دیکھیں قرآن مجید کا معیار صرف حفظ تھا حتیٰ کہ سہیل بن سعد ایک لمبی روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک شخص کو شادی میں مہر قرآن مجید کی سورتیں حفظ کروانے کو کہا اور فرمایا:

((أَتَقْرَأُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِ؟ قَالَ نَعَمْ.)) [1]

"کیا تو اس کو زبانی پڑھتا ہے تو اس نے ہاں میں جواب دیا۔"

قرآن مجید کے حفظ کا میزہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بچوں کو چھوٹے ہوتے ہی حاصل کرواتے کیونکہ چھوٹی عمر میں تعلیم راسخ ہوتی ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے:

((اَلتَّعَلُّمُ فِي الصِّغْرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ.))

"چھوٹی عمر میں تعلیم ایسے ہے جیسا کہ پتھر پر نقش۔"

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

((تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ عَشَرَ سِنِيْنَ وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ.)) [2]

"اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فوت ہوئے اور میں دس سال کا تھا اور محکم (سورتیں) پڑھا کرتا تھا۔"

لیکن افسوس یہ ہے کہ آج اس کا ذوق رواج کی حد تک رہ گیا ہے حتیٰ کہ علماء بھی اس سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ مساجد کے امام جنھیں قرآن مجید سے سب سے زیادہ شغف ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بھی جتنا اُنھوں نے یاد کیا ہوا ہے اسی پر قناعت کر کے بیٹھے ہیں اور بار بار انھی حصوں کو فرضی نمازوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔

[1] البخاری: ٥٠٣٠ [2] البخاری: ٥٠٣٥.

اے میرے مسلمان بھائی! کبھی تو نے سوچا کہ قرآن مجید کا تعلق تہجد کے ساتھ بڑا ہی گہرا ہے اور حقیقت میں قرآن یاد ہی تین چیزوں سے ہوتا ہے۔ (۱) تہجد میں پڑھنے سے (۲) امامت کروانے سے (۳) قرآن مجید حفظ کروانے سے۔ لیکن ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ کبھی ہم رات کو رب کے حضور کھڑے ہو کر اس کا کلام اس کو سنا سکیں اور جنت کی بشارتیں لے لیں تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَيْلَةٍ .)) ❶

''جو رات کو صرف ۱۰۰ آیات پڑھے اس کا پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔''

اور فرمایا:

((يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوْا الطَّعَامَ وَصِلُوْا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ .)) ❷

''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور تہجد پڑھو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔''

اگر حفظ نہ کیا ہوگا تو تہجد میں کیا پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا تھا:

((مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِأَلْفِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقْنَطِرِيْنَ .)) ❸

''جو رات کو قیام میں دس آیتیں پڑھے گا اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو ۱۰۰ پڑھے گا اس کا نام قانتین میں لکھا جائے گا اور جو ۱۰۰۰ پڑھے گا اس کا نام مقنطرین (جن کے لیے اجر کا خزانہ لکھا جائے گا) میں لکھا جائے گا۔''

تو اے مسلمان اگر ۱۰۰ نہیں ۱۰۰۰ نہیں تو کم از کم دس آیتیں تو پڑھ لو تا کہ تمھارا نام

---

❶ صحيح الجامع: ٦٤٦٨ والصحيحة: ٦٤٤.

❷ ابن ماجه: ١٣٣٤،٣٢٥١ والترمذى: ٢٤٨٥، ١٩٨٤ والصحيحة: ٥٦٩١.

❸ الصحيحة: ٦٤٣ وابن خزيمة: ١٣٩٨.

غافلوں کی لسٹ سے تو کٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام آئے اور اُنھوں نے کہا:

((یَا مُحَمَّدُ (ﷺ) ! عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَیِّتٌ وَأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مُجْزِیٌّ بِهِ وَاعْلَمْ أَنَّ شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِیَامُهُ بِاللَّیْلِ وَعِزُّهُ اسْتِغْنَاءُ عَنِ النَّاسِ .)) ❶

"اے محمد (ﷺ)! جب تک زندگی ہے جی لو آخر آپ کو مرنا ہے اور جس سے چاہو محبت کر لو آخر فراق ہونا ہے جو عمل کر رہے ہو کر لو اس کی جزا دی جائے گی اور جان لو مومن کا شرف رات کے قیام میں ہے اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی ہونا ہے۔"

تو میرے پیارے بھائی! اگر حفظ نہ کیا ہوگا تو یہ شرف کیسے حاصل ہوگا اور صد افسوس ہے ہم پر کہ آج ہم بیوی کی محبت میں، ساتھیوں کی گپوں میں اور کاروبار اور میروں کی الفت میں رات تو گزار دیتے ہیں لیکن اس شرف کو حاصل نہیں کرتے اور ہائے کاش رات نہیں تو ہم نے اس کو دن میں بھی پڑھنا چھوڑ دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ شَیْءٌ أَوْ عَنْ شَیْئٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ فِیمَا بَیْنَ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّیْلِ .)) ❷

"جو رات کو سو جائے جو اس نے حزب (آدھا پارہ) پڑھنا تھا یا کچھ حصہ بھی اس نے پڑھنا تھا تو وہ اگر فجر کی نماز سے ظہر تک پڑھ لے تو لکھا جائے گا کہ گویا اس نے رات کو ہی پڑھا تھا۔"

لیکن ہم نے یہ تو کیا فجر سے ظہر تک پڑھنا ہے ہم تو ویسے بھی نہیں پڑھتے اور حفظ کرنے کے باوجود اتنی قدرت نہیں کہ ایک پارہ ہی بغیر غلطی کے زبانی پڑھ سکیں زبانی تو دور کی

❶ صحیح الجامع: ٧٣ والصحیحة: ٨٣١.

❷ مسلم: ٧٤٧.

بات ہے حافظ ہو یا غیر حافظ جہاد کا نعرہ لگانے والا ہو یا اس کو سینے ہی میں چھپانے والا ہو کوئی بھی ہو مہینے کے مہینے گزر جاتے ہیں اور اس نے ایک مرتبہ بھی قرآن ختم نہیں کیا ہوتا حالانکہ حافظ قرآن کے بارے میں خصوصاً اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَلَّقَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ .)) [1]

"صاحب قرآن مجید کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جس کے پاس ایک اونٹ بندھا ہوا ہو اگر تو اس پر پہرہ دے تو کھڑا رہتا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دے تو بھاگ جاتا ہے۔"

اس لیے حکم دیا:

((تَعَاهَدُوْا الْقُرْآنَ فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِيْ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ قُلُوْبِ الرِّجَالِ مِنَ الْإِبِلِ مِنْ عَقْلِهَا .)) [2]

"قرآن مجید کو بار بار پڑھا کرو (اور ایک روایت میں ہے استذکروا (صحیح الجامع: ۹۳۶) اس کو دہرایا کرو) اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ بندوں کے دلوں سے جلدی بھول جاتا ہے اتنا اونٹ اپنی رسی سے نہیں نکلتا (اونٹ کا رسی سے جلدی نکلنا مشہور ہے)۔"

اس لیے اس کا بار بار پڑھنا ضروری ہے اور روزانہ کا معمول بنا لینا چاہیے کم از کم دس پارے پڑھیں یا کم از کم تین دن میں قرآن مجید ختم کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اقْرَأَ الْقُرْآنَ فِيْ ثَلَاثٍ إِنِ اسْتَطَعْتَ .)) [3]

---

[1] البخاری: ۵۰۳۱ وصحیح الجامع: ۲۳۷۲.

[2] صحیح الجامع: ۲۹۵۶، ۲۹۶۴ والبخاری: ۵۰۳۳.

[3] صحیح الجامع: ۱۱۵۵ والصحیحة: ۱۵۱۲.

''قرآن مجید کو تین دنوں میں ختم کرو اگر طاقت ہو۔''

یا پھر پانچ دنوں میں ختم کر لیں جیسا کہ ((اقرأ القرآن فی خمس)) ❶ ''قرآن مجید کو پانچ دنوں میں ختم کر لو''...... یا پھر سات دنوں میں ختم کر لو جیسا کہ حکم فرمایا ((اقرأه فی سبع)) ❷ ''سات دنوں میں ختم کر لو''...... یا پھر دس دنوں میں ختم کر لو جیسا کہ فرمایا ((اقرأه فی عشر)) ❸ یا پھر ۱۵ دنوں میں ختم کر لو جیسا کہ فرمایا ((اقرأه فی خمس عشرة)) ❹ یا پھر ۲۰ دنوں میں ختم کر لو جیسا کہ حکم فرمایا ((اقرأه فی عشرین لیلة)) ❺ یا پھر ۲۵ دنوں میں ختم کر لو جیسا کہ حکم فرمایا ((اقرأه فی خمس وعشرین)) ❻ یا پھر ایک مہینے میں ختم کرو جیسا کہ حکم فرمایا ((اقرأ القرآن فی کل شهر)) ❼ یا پھر چالیس دن میں ضرور ختم کرو جیسا کہ حکم فرمایا ((اقرأ القرآن فی أربعین)) ❽ تو ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ چالیس دنوں میں ضرور ختم کرنا چاہیے جو کہ روزانہ کا تقریباً ایک پارے سے کم بنتا ہے اور کم سے کم مدت تین دن ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ سات دن سے پہلے نہ ختم کرے بلکہ تسلی سے سمجھ کر پڑھے کیونکہ نبی کریم ﷺ تین دن سے پہلے ختم نہیں کرتے تھے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ.)) ❾

''اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تین دن سے پہلے ختم نہیں کرتے تھے۔''

---

❶ صحيح الجامع: ١١٥٦ والصحيحة: ١٥١٣.

❷ صحيح الجامع: ١١٥٧، ٧٧٤٣ والصحيحة: ١٥١٣.

❸ المرجع السابق.

❹ المرجع السابق.

❺ البخاري: ٥٠٥٣ وصحيح الجامع: ١١٥٨.

❻ صحيح الجامع: ١١٥٧، ٧٧٤٣، والصحيحة: ١٥١٣.

❼ صحيح الجامع: ١١٥٧، ١١٥٨، ٧٧٤٣، والصحيحة: ١٥١٣.

❽ صحيح الجامع: ١١٥٤، والصحيحة: ١٥١٢.

❾ صحيح الجامع: ٤٨٦٦.

اور حکم بھی دیا تھا:

((لَا يَفْقَهُ مَنْ يَقْرَأَهُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ .)) ❶

"جو تین دن سے پہلے ختم کرتا ہے وہ کچھ نہیں سمجھتا۔"

اور فرمایا:

((اقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ .)) ❷

"سات دنوں میں پڑھو اور اس پر زیادتی نہ کرو (یعنی کم مدت میں نہ پڑھوں)۔"

تو معلوم ہوا کہ کم از کم سات دنوں میں اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن میں ختم کرنا ضروری ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! سوچو تم کون سی حدیث پر عمل کرتے ہو اگر چالیس کا عدد بھی تجاوز کر چکے ہو تو فوراً قرآن کی طرف لوٹ آؤ اور جوانمردی کے ساتھ فانی دنیا اور اس کے مال ومتاع وکاروبار کو چھوڑ کر شاعر کا قول سنو:

يَا مَنْ بِدُنْيَاهُ اشْتَغَلْ
وَغَرَّهُ طُولُ الْأَمَلْ
اَلْمَوْتُ يَأْتِي بَغْتَةً
وَالْقَبْرُ صَنْدُوقُ الْعَمَلْ

"اے وہ شخص جو دنیا میں مشغول ہے اور لمبی اُمیدوں نے اس کو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے یاد رکھ موت اچانک آتی ہے اور قبر اعمال کا صندوق ہے۔"

اور شاعر کے قول کو غور سے سن اور پڑھ:

فَكُنْ رَجُلًا رِجْلُهُ فِي الثَّرٰى
وَهَامَةُ هِمَّتُهُ فِي الثُّرَيَّا

---

❶ صحيح الجامع: ۱۱۵۷، ۷۷٤۳، والصحيحة: ۱۵۱۳.

❷ البخاري: ٥٠٥٤ وصحيح الجامع: ۱۱٥۸.

''ایسا آدمی بن کہ اس کا پاؤں تو زمین پر ہو اور اس کی ذہنی افتاد اوج ثریا میں ہو۔''

اور لمبی زندگی کی اُمید نہ رکھ کیونکہ یہ دھوکا ہے۔ بقول شاعر ؎

یعمر واحدا فیغر قومًا
وینسی من یموت من الشباب

''کسی کی عمر لمبی ہوتی ہے تو قوم کو اس کی عمر کا لمبا ہونا دھوکا دیتا ہے اور بھول جاتے ہیں اس شخص کو جو جوانی میں ہی مر گیا۔''

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے ساتھ سچی محبت رکھنے اور اسے بار بار پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

۴۔ قرآن مجید کو دل لگی سے جب تک چاہو پڑھو لیکن اختلاف نہ کرو:

قرآن مجید کی تلاوت کی مٹھاس اتنی ہے کہ جتنا بھی پڑھو انسان سیر نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ لذت محسوس ہوتی ہے جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَخَیْرُ جَلِیْسٍ لَا یُمَلُّ حَدِیْثُهٗ
وَتَرْدَادُهٗ یَزْدَادُ فِیْهِ تَجَمُّلَا

''قرآن مجید بہترین ساتھی ہے جس کی تلاوت میں کبھی بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی اور اس کا بار بار پڑھنا اس کے جمال میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔''

لیکن جب تلک دل پسندی سے پڑھتے رہو تو ٹھیک ہے جب اختلاف کی نوبت آئے تو اُٹھ جانا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَیْهِ قُلُوْبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ فَقُوْمُوْا .)) [1]

''قرآن مجید کی تلاوت اس وقت تک کرو جب تلک دل اس پر مائل رہیں اور

[1] البخاری: ٥٠٦٠ وصحیح الجامع: ١١٦٦.

جب تم اس میں اختلاف کرو تو پھر اُٹھ جایا کرو۔"

کیونکہ قرآن مجید میں جھگڑا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا تھا:

((نَهٰی عَنِ الْجِدَالِ فِی الْقُرْآنِ .)) ❶

"رسول کریم ﷺ نے قرآن مجید میں جدال سے منع فرمایا تھا۔"

کیونکہ جھگڑا پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب قرآنی معاملات میں تجاہل برتا جائے۔ ایک شخص اُونچی پڑھتا ہے دوسرا آہستہ پڑھتا ہے تو ایک قراءت سبعہ وعشرہ (سبعہ احرف) میں پڑھتا ہے دوسرا جہالت کی بنیاد پر اختلاف وانکار کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ .)) ❷

"تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔"

اور فرمایا:

((اقْرَؤُوا كَمَا عُلِّمْتُمْ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اِخْتِلَافُهُمْ عَلٰى أَنْبِيَاءِ هُمْ .)) ❸

"جیسے تم کو پڑھایا گیا ہے اسی طرح پڑھو بلاشبہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء علیہم السلام پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔"

یعنی جو نبی لے کر آیا ہے اس میں نہ شک کرو اور نہ ہی جھگڑا کرو اور نبی کیا لے کر آیا ہے جس میں جھگڑا نہیں کرنا وہ سبعہ احرف (قراءت عشرہ) ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا قَرَأْتُمْ أَصَبْتُمْ وَلَا

---

❶ صحیح الجامع: ٨٧٣، والصحيحة: ٢٤١٩.

❷ صحیح الجامع: ٢٣٧٤ ومختصر مسلم: ٢١٢١.

❸ صحیح الجامع: ١١٧١ والصحيحة: ١٥٢٢.

تُمَارُوْا فِيْهِ فَإِنَّ الْمُرَاءَ فِيْهِ كُفْرٌ .)) ❶

''قرآن مجید کو سات حروف (قراءت عشرہ) میں پڑھو جو بھی ان میں سے پڑھو گے صحت کو پہنچ جاؤ گے اور اس میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ اس میں جھگڑنا کفر ہے۔''

اور فرمایا:

((اَلْقُرْآنُ يُقْرَأُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَلَا تُمَارُوْا فِي الْقُرْآنِ فَإِنَّ مُرَاءً فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ .)) ❷

''قرآن مجید سات حروف میں پڑھا جاتا ہے (اور جائے گا کیونکہ صیغہ مستقبل اور حال دونوں کے لیے ہے) پس اس کے قرآن میں ہونے میں جھگڑا نہ کرو اس کے قرآن ہونے میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔''

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمُرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ .))❸

''قرآن مجید میں جھگڑنا کفر ہے۔''

اور فرمایا سختی سے ڈانٹا:

((لَا تُجَادِلُوْا فِي الْقُرْآنِ فَإِنَّ جِدَالًا فِيْهِ كُفْرٌ .)) ❹

''قرآن مجید میں جدال نہ کیا کرو کیونکہ اس میں جدال کرنا کفر ہے۔''

لیکن افسوس ہے آج کے مسلمان پر کہ! اگر اس کو قرآن مجید کی بات بتلائی جائے تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے اور پھر اپنی تعصب کی آگ کو یوں اُگلتا ہے کہ تم ہر کام قرآن مجید کے مطابق کرتے ہو؟ جو بزرگوں نے دین ہمیں دیا ہے وہ بھی تو قرآن ہی ہے ہم اگر کسی

---

❶ صحيح الجامع: ١١٦٣ والصحيحة: ١٥٢٢.

❷ صحيح الجامع: ٤٤٤٤ والروض النضير: ١١٢٤.

❸ صحيح الجامع: ٦٦٨٧ والروض النضير: ١١٢٤، ١١٢٥.

❹ صحيح الجامع: ٧٢٢٣ والصحيحة: ٢٤١٩.

سے مانگتے ہیں تو اس لیے مانگتے ہیں کہ وہ ہماری سفارش کریں گے اور ہم کوئی قرآن کے منکر ہیں ہم اس کی عزت کرتے ہیں اس کو چومتے ہیں اور بہترین غلاف میں رکھا ہوا ہے"......

حالانکہ میرے مسلمان بھائی! قرآن مجید تو آیا ہی رشد وہدایت کے لیے ہے اور انسان کی زندگی کو سنوارنے کے لیے ہے اور اگر مانگنا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور قرآن مجید کی تلاوت کرو اللہ تعالیٰ تمھاری ضروریات پوری فرمائیں گے۔ اور ذرا سوچنا کہیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے شرک کی سند نہ لے لینا اور قیامت کو پھر پچھتانا پڑے اس لیے اللہ تعالیٰ سے ہی مانگو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((اِقْرَؤُوْا الْقُرْآنَ وَسَلُوْا اللّٰهَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ قَوْمٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ فَيَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ .)) ❶

"قرآن مجید کو پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو اس سے قبل کہ ایسی قوم آئے جو قرآن مجید کو پڑھیں گے اور لوگوں سے اس قرآن کے ساتھ مانگیں گے۔"

تو اس حدیث میں ان علماء وقراء کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو تقریر وتلاوت کرنے کے لیے گھر سے شرط لگا کر جاتے ہیں کہ اتنے پیسے دو گے تو آؤں گا حالانکہ یہ مال تو فانی ہے اور قرآن کی دولت لافانی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے سختی سے منع فرمایا تھا:

((اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ وَابْتَغُوْا بِهِ اللّٰهَ تَعَالٰى مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ قَوْمٌ يُقِيْمُوْنَهُ إِقَامَةَ الْقَدْحِ يَتَعَجَّلُوْنَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُوْنَهُ .)) ❷

"قرآن مجید کو پڑھو اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرو اس سے پہلے کہ ایسی قوم آئے جو قرآن مجید کو نوک وپر کے بغیر تیر کی طرح کھڑا کریں اور اس کی (جزا کی) جلدی کریں اور تاخیر نہ کریں۔"

یعنی دنیا میں ہی اس کا بدلہ لینا چاہیں آخرت کا انتظار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے

❶ صحيح الجامع: ١١٦٩ و الصحيحة: ٢٥٩ والترمذى: ٢٩١٧ وأحمد: ٤٣٢/٤.

❷ صحيح الجامع: ١١٦٧ والصحيحة: ٢٥٩.

کہ وہ ہمیں قرآن مجید کو محبت سے پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

۵۔ قرآن مجید کی تلاوت سے کسی کو بیزار نہ کریں اور نہ ہی رکوع وسجدہ میں پڑھیں:

قرآن مجید ایک عظیم نعمت ہے اس لیے اس کی قدر کرنا اور کروانا ضروری ہے یہ نہیں کہ جن کے دل بند ہوں اور بیزاری کا اظہار کریں تو ان کے پاس قرآن پڑھا جائے نہیں ان کو پہلے اس پر قائل کیا جائے ان کو اس کی عظمت بیان کی جائے یہ نہ ہو کہ وہ اپنی جہالت کی بناء پر اس کا انکار کرے یا بے حرمتی کرے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

((حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ .)) [1]

”لوگوں کو وہی کچھ بیان کرو جو وہ جانتے پہچانتے ہیں کیا تم چاہتے ہو (ایسی چیز بیان کرکے جو وہ نہیں جانتے) کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا جائے۔“

اس لیے قرآن مجید کی تلاوت اونچی وہاں کی جائے جہاں باقی بھی اونچی پڑ رہے ہیں وگرنہ آہستہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهٗ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ .)) [2]

”خبردار! تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجات کرتا ہے پس تمہارا بعض دوسرے کو تکلیف نہ دے اور نہ ہی قراءت میں تم میں سے بعض دوسروں پر اونچی آواز کریں۔“

کیونکہ قراءت کا اونچا کرنا اس کا الگ ثواب ہے اور آہستہ کرنا اس کا بھی ثواب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

[1] البخاری باب رقم: ۴۹.
[2] صحیح الجامع: ۲۶۳۹.

((اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ .)) ❶

”قرآن مجید کو اونچی پڑھنے والا ایسے ہے جیسے صدقہ کو ظاہر کر کے کیا جائے (تاکہ دوسرے لوگ بھی کریں) اور چھپا کر (آہستہ) پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ چھپا کر صدقہ کرنے والا ہے (تاکہ ریاکاری سے بچے۔)“

لیکن یہ قدرتی مزاج بنے ہوئے ہیں کوئی اونچا پڑھے تو یاد ہوتا ہے کوئی آہستہ پڑھے تو اسے یاد ہوتا ہے لیکن مقصود دونوں کا ایک ہے کہ قرآن مجید بھولے نہیں لیکن بھولنے کے معاملہ میں بھی یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ نہیں کہنا چاہیے، میں بھول گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((بِئْسَمَا لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَقُوْلَ نَسِيْتُ آيَةَ كَيْتَ كَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ .)) ❷

”یہ بری بات ہے کہ تم میں کوئی یہ کہے کہ میں فلاں آیت اس اس طرح بھول گیا بلکہ وہ تو بھلایا گیا ہے (اس کے عدم اہتمام اور گناہوں کی وجہ سے)“

لیکن پھر اس بھولنے کو لوگ عزت کا مسئلہ بناتے ہیں اور کئی ممنوع کام کرتے ہیں مثلاً حافظ قرآن نماز تراویح میں بھولے تو اس کی تصحیح کو پیچھے سے مقتدی پیش کرے تو ناراض ہو جاتے ہیں یا پھر خود ہی رکوع میں چلے گئے اور بجائے رکوع وسجدہ کی دعاؤں کے، وہ اپنی منزل دہراتے ہیں جو کہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((أَلا وَإِنِّي نُهِيْتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَالرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَأَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ .)) ❸

---

❶ صحيح الجامع: ٣١٠٥.

❷ البخاري: ٥٠٣٢، ٥٠٣٩ وصحيح الجامع: ٢٨٤٧، ٧٧٦٠.

❸ صحيح الجامع: ٢٧٤٦، الإرواء: ٢٥٣٩.

”خبردار! میں رکوع وسجدے کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہوں۔ پس رکوع میں رب کی تعظیم بیان کرو اور سجدے میں دعائیں زیادہ کرو اور یہ زیادہ لائق ہے کہ تمھارے لیے قبول کی جائیں۔“

(کیونکہ بندہ اپنے رب کے قریب سب سے زیادہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے)[1] تو اس لیے میرے مسلمان بھائی! اپنی عزت کو بنانے کے لیے یہ غلط کام نہیں کرنا بلکہ اگر رات کو تراویح پڑھانی تو پورا دن بجائے سونے اور کھیلنے اور دنیاوی کاموں کے قرآن کو یاد کرو پھر بھی اگر غلطی آگئی ہے تو کوئی بات نہیں جن پر وحی نازل ہوتی تھی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں بھلا دیا جاتا ہوں اس لیے محبت و جدوجہد تیرا فرض ہے اور عزت اللہ تعالیٰ نے دینی ہے، بندوں نے نہیں۔

الغرض! قرآن مجید کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور خوش الحانی سے پڑھا جائے اور یاد کرے اور بار بار دل لگی سے پڑھا جائے اس میں اختلاف نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں کی ہمیں توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

[1] مسلم: ٤٨٢.

تیسرا حق:......قرآن مجید کو سمجھا جائے

قرآن مید کا ہر مسلمان پر تیسرا حق یہ ہے کہ جس صدق نیت سے اس پر ایمان لایا تھا اور اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا تھا اسی جوش و جذبہ کے ساتھ اس کو سمجھے لیکن یہ سمجھ بھی اسی طرح صدق نیت سے ہو جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ارشادات و افعال و تقریرات کی روشنی میں سمجھا تب ہی یہ قرآن مجید کی سمجھ کامرانی و رضائے باری تعالیٰ کا موجب بن سکتی ہے۔ لیکن اگر فہم میں بھی عقل و دانش کے گھوڑے دوڑائے اور تاویلات سے کام لیا تو یہ فہم بھی اس کو عذاب جہنم سے نہیں بچا سکے گی۔ اور اکثر فرقے اسی لیے گمراہ ہوئے کہ اُنھوں نے علم وفہم لیا تو کسی خاص غرض کے لیے جیسا کہ ابن الجوزی نے کہا تھا:

إِنِّي رَأَيْتُ النَّاسَ فِيْ دَهْرِنَا
لَا يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ لِلْعِلْمِ
إِلَّا مَبَاهَاةً لِأَخْوَالِهِمْ
وَحُجَّةً لِلْخَصْمِ وَالظُّلْمِ

”میں نے اپنے زمانے کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ علم (تعلیمات و عرفان و معرفت کے لیے نہیں) علم کے لیے نہیں طلب کرتے بلکہ اپنے (اخوال) رشتہ داروں کے فخر اور مخالفت کے لیے حجت وظلم کے لیے طلب کرتے (سیکھتے) ہیں۔“

حالانکہ قرآن فہمی ایک ایسا عظیم اور انمول علم ہے کہ اس کے حاصل ہو جانے کے بعد انسان جہالتوں اور خرافات کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر ایک روشن اور مشاہداتی زندگی میں آ جاتا ہے اور پھر اس کا عقیدہ ٹھوس بنیادوں پر قائم ہو جاتا ہے جس میں تزلزل نہیں آ سکتا ہے

اس لیے کہ فہم قرآن یا تفقہ فی الدین اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر خاص انعام ہوتا ہے جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْخَیْرُ عَادَۃٌ وَالشَّرُّ لَجَاجَۃٌ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ .)) ❶

''بھلائی یہ عادت (حسنہ) ہے اور برائی لجاجت (دشمنی میں مداومت، جھگڑا اور ضد) ہے، اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کریں تو اس کو دین حنیف میں سمجھ بوجھ (فقہ) عطا فرما دیتے ہیں۔''

تو اس حدیث میں ایک تو تفقہ فی الدین کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور کسی کے پاس فقہ فی الدین کا آجانا خیر کثیر کی نوید سناتا ہے اور جو شخص قواعد اسلام اور قرآن مجید کے بنیادی واساسی مسائل کی سمجھ بوجھ نہیں حاصل کرتا اور نہیں سیکھتا وہ خیر سے خالی ہے اور اللہ جل شانہ نے اس کو خیر سے دور کیا ہے اور بلکہ اس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ بھی نہیں فرماتے ہیں جیسا کہ ابو یعلیٰ کی روایت ہے جس کا معنی صحیح ہے:

((وَمَنْ لَّمْ یَتَفَقَّهْ فِی الدِّیْنِ لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ بِہٖ .)) ❷

''جو دین میں تفقہ حاصل نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔''

اور قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا﴾ (الانعام: ۱۲۵)

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کے سینے کو اسلام (کی سمجھ بوجھ) کے لیے کھول دیتے ہیں اور جس کو گمراہ کرنا چاہیں تو اس کے سینے کو تنگ

---

❶ صحیح الجامع: ۳۳۴۸، ۶۶۱۱، ۶۶۱۲، والبخاری: ۷۱، والصحیحۃ: ۶۵۱، وابن ماجہ: ۲۲۰، ۲۲۱.

❷ فتح الباری: ۱/۲۱۷.

کر دیتے ہیں (وہ دین کی سمجھ سے عاری ہو جاتا ہے۔)''

اسی بات کو کچھ وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ.﴾

(الاعراف: ۱۷۹)

''اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں جن کے دل ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ وہ فقہ حاصل (سمجھتے نہیں) نہیں کرتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں کہ وہ ان سے سنتے نہیں یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔''

چنانچہ جو شخص دین کی (جس کا منبع و مصدر قرآن و حدیث ہے) سمجھ حاصل نہیں کرتا وہ غافل ہے اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ﴾ (آل عمران: ۷۹) ''رب والے بن جاؤ''...... کا معنی بیان کیا ''حکماء وفقہاء'' یعنی حکیم اور دین کے فقیہ بن جاؤ۔ اور عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ((تفقهوا قبل أن تسودوا)) [1] ''سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو (فقیہ بن و دین کی گہری سمجھ حاصل کرو)''...... اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد فوراً فرمایا کہ ((وبعد أن تسودوا.)) سردار بننے کے بعد بھی فقہ حاصل کرو اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی ادھیڑ عمروں میں بھی دین کی فقاہت حاصل کی اور قرآن مجید تو حقیقت میں نازل ہی اس لیے ہوا کہ ایمان و تلاوت کے بعد اسے سمجھ کر عمل کیا جائے یہی وجہ ہے کہ قرآن بار بار عقل والوں کو مخاطب کرتا ہے اور أولوا الألباب اور قوم یعقلون کہہ کر دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

[1] فتح الباری: ۲۱۸/۱.

﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥﴾ (یونس: ۲٤)

''اسی طرح ہم تفکر کرنے والوں کے لیے (اپنی) آیات (نشانیاں) کھول کر بیان کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٥﴾ (النحل: ٤٤)

''اور ہم نے تیری طرف ذکر (قرآن مجید) کو اتارا تاکہ جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کو بیان کرو تاکہ وہ تفکر (غور وفکر) کریں۔''

اور فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥﴾ (البقرة: ۲٤۲)

''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کو بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل کرو (عقل حاصل کرو۔)''

اور فرمایا:

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥﴾ (الزخرف: ۳)

''ہم نے اسے قرآن عربی (زبان میں) بنا کر اتارا تاکہ تم اسے سمجھو۔''

مذکورہ آیات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اہل تفکر وتعقل وتدبر انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اور قرآن مجید کے لیے عربی زبان کا اختیار کرنا اسی لیے تھا کہ عقل و دانش روشن ہو جائے اور تدبر وتفقہ کی کھڑکیاں کھل جائیں اور اسی تدبر کے لیے بار بار اسی قرآن مجید میں دعوت دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

(ص: ۲۹)

''یہ کتاب مبارک (قرآن مجید) جو ہم نے تمھاری طرف نازل کی ہے تاکہ

لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور سمجھ دار لوگ نصیحت حاصل کریں۔“

تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد اعظم ایمان لانے کے بعد اس کو پڑھ کر سمجھنا ہے تا کہ عمل کے مدارج اور جملہ وادیاں طے کی جاسکیں لیکن اگر سمجھے گا ہی نہیں تو پھر عمل کیسے کرے گا؟ اسی لیے جو لوگ قرآن مجید میں اختلاف کرتے تھے ان کو ڈانٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ۸۲)

”کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟ اور اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہ ہوتا تو اس میں وہ بڑا اختلاف پاتے۔“

لیکن اختلاف کا نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور کسی چیز کے اختلاف کا ادراک بغیر تدبر کے ممکن نہیں۔ اس لیے حقانیت کو پانے کے لیے تدبر کو جزوِ لاینفک کی حیثیت دے کر عقل وخرد پر لگے تالے توڑنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲٤)

”کیا یہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر قفل (تالے) لگے ہوئے ہیں۔“

کیسا زجر کا انداز ہے اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ دس آیتیں پڑھتے تو جب تک اس کے معانی نہ سمجھ لیتے آگے نہ بڑھتے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا إِذَا تَعَلَّمَ عَشْرَ آيَاتٍ لَمْ يُجَاوِزْهُنَّ حَتّٰى يَعْرِفَ مَعَانِيَهُنَّ وَالْعَمَلَ بِهِنَّ.)) [1]

”ہم سے جو آدمی دس آیتیں سیکھتا تو جب تک اس کے معانی نہ جان لیتا اور اس پر عمل نہ کر لیتا آگے نہ بڑھتا۔ (یعنی ان کو اچھی طرح سمجھتا اور عمل کرتا پھر اس

[1] تفسير الطبری: ۱/ ۸۰ بتحقيق أحمد شاكر، وتحفة الأخيار: ۵۱۷۹، ۵۱۸۰ والحاكم: ۱/ ۵۵۷.

کے بعد دوسری آیات سیکھتا)"

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دینی فقاہت کی عظمت واہمیت کو اپنے قول سے یوں سمجھایا:

((فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.)) ❶

"فقیہ ۱۰۰۰ عبادت گزاروں سے بڑھ کر شیطان پر بھاری (شدید) ہوتا ہے۔"

اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ میرے صحابیو!

((إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا.)) ❷

"لوگ تمہارے تابع ہیں دنیا کے مختلف کونوں سے لوگ تمہارے پاس دین کی فقاہت لینے آئیں گے پس جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔(اچھی وصیت کرنا)"

چنانچہ اسی فہم قرآن وفقاہت قرآن کی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے چیدہ چیدہ صحابہ کو دعا بھی دی جن میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بیت الخلاء گئے تو میں نے پانی رکھا تو پوچھنے لگے کس نے رکھا ہے؟ تو بتلایا گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو اس ادب اسلامی اور فقہ اسلامی کو دیکھ کر دعا دی ((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ)) ❸ "اے اللہ اس کو دین میں فقیہ بنا"......تو ان کی دعا کا ہی نتیجہ تھا کہ پوری اُمت محمدیہ کے بڑے ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما بنے"......حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسی فقاہت کو اچھائی و بھلائی کا معیار ومناط بنایا چنانچہ فرماتے ہیں:

((خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا.)) ❹

---

❶ ابن ماجه: ۲۲۲، والترمذی: ۲۶۸۱.

❷ الترمذی: ۲۶۵۰، وابن ماجه: ۲۴۹.

❸ البخاری: ۱۴۳.

❹ صحيح الجامع: ۳۲۶۷ ومختصر مسلم: ۱٦۱۵.

”تم میں سے جو لوگ دور جاہلیت میں سب سے اچھے تھے وہی اسلام میں بھی سب سے اچھے ہیں بشرطیکہ دین میں فقیہ بن جائیں۔“

دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لیں اور حتیٰ کہ بہترین اسلام کو فقاہت کے ساتھ معلق ومقید کیا اور فرمایا:

((خَيْرُكُمْ إِسْلَامًا أَحْسَانُكُمْ أَخْلَاقًا إِذَا فَقُهُوْا)) ❶

”تم میں سے بہترین اسلام والا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو اور وہ فقیہ ہو۔“

یعنی اسلام کے بعد اچھے اخلاق کے ساتھ جب فقاہت شامل ہوگی اس وقت بہترین اسلام کی صورت واضح ہوگی پھر وہ اخلاق کو چاپلوسی اور مداہنت سے بچائے گا وہ اپنے کے ساتھ نرم اور کافر کے ساتھ گرم ہو کر ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی عملی تفسیر بن جائے گا اور کسی غلط آدمی کی چاپلوسی اور مداہنت کر کے رب تعالیٰ کو ناراض نہیں کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلْمُنَافِقِ يَا سَيِّدِيْ فَقَدْ أَغْضَبَ رَبَّهُ .)) ❷

”جب کوئی شخص منافق کو یا سیدی (اے میرے سردار) کہہ دے تو گویا اس نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے۔“

اس لیے فقہ فی الدین اور حسن تعامل لازم وملزوم چیز ہیں چنانچہ اسی لیے اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں باقاعدہ اہتمام کے ساتھ ایسی جماعت ایسا گروہ تیار کرنے کو کہا ہے جو صرف قرآن مجید وسنت رسول ﷺ کی فقاہت حاصل کرے اور پھر آگے پہنچائے چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا

---

❶ صحيح الجامع: ٣٣١٢ والصحيحة: ٣٥٤٧.

❷ صحيح الجامع: ٧١١ والصحيحة: ١٣٨٩،٣٧١.

اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبة: ١٢٢)

”اور مومنوں کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہوں پس کیوں نہیں ایسا ہوتا کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت دین کی سمجھ بوجھ (فقاہت) کے لیے جایا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو ان کو ڈرایا کریں تا کہ وہ ڈر جائیں۔“

تو اس آیت میں بھی فقاہت کے حصول کے لیے قرآن مجید میں تدبر و تفکر و غور و خوض کرنے کے لیے اس کو سمجھنے کے لیے باقاعدہ طور پر جماعت کا تقاضا کیا گیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ تو انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن مجید میں تفکر کرتے تھے اور اس کو سمجھاتے تھے چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے مجھے ایک دن کہا کہ ذرا مجھے رب کی عبادت کرنے دو تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے آپ کی قربت بڑی اچھی لگتی ہے لیکن جو چیز آپ کو پسند ہو وہ بھی مجھے پیاری لگتی ہے تو کھڑے ہوئے اور وضو کیا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اتنا روئے کہ ان کی جھولی بھیگ گئی پھر روئے حتیٰ کہ زمین بھیگ گئی تو بلال آئے جب روتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ بھی روتے ہیں آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کیا ہوا ہے تو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور فرمایا:

((لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ آيَاتٌ وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيهَا إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ.))

”کہ آج رات میرے اوپر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اس کو پڑھے اور پھر اس میں تفکر و غور و فکر نہ کرے وہ آیات یہ ہیں:

﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (آل عمران: ١٩٠)

”بے شک زمین و آسمان کی تخلیق اور دن رات کے (آگے پیچھے) اختلاف میں

البتہ عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

تو میرے بھائی! تفکر کرنے کے لیے انسان بار بار پڑھے گا تو ایک تو ثواب میں اضافہ اور دوسرا کوئی بھی صاحب فکر جو خرد کی کسی گتھی کو سلجھانے میں مگن ہوتا ہے اور سخت الجھن میں ہوتا ہے تو اس غور وفکر اور بار بار پڑھنے سے اس کی فوری گتھی سلجھ جائے گی اور الجھن کا حل ہو جائے گا اسی لیے کسی نے کیا خوب کہا تھا:

تَفَقَّهْ فَإِنَّ الْفِقْهَ أَعْظَمُ قَائِد

إِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَأَعْدِلُ قَاصِدٌ

فَإِنَّ فَقِيْهًا وَاحِدًا مُتَوَرِّعًا

أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدِ

"فقہ فی الدین حاصل کرو کیونکہ دین میں سمجھ بوجھ (جس کا منبع و مصدر قرآن مجید وسنت رسول ﷺ ہے) بہت بڑا قائد ہے جو کہ نیکی اور تقویٰ کی طرف لیجاتا ہے اور بہت ہی عدل والا قاصد ہے بے شک ایک نیک فقیہ ایک ہزار عبادگ گزاروں سے بھی شیطان پر بھاری اور شدید ہوتا ہے۔"

لیکن افسوس ہے آج کے مسلمان پر کہ اس کو دین سمجھنے کی فرصت ہی نہیں۔ فرصت ہے تو لوگوں کی دعوتوں پر جانے کی، سیر کرنے کی اور دوستوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کی اور فخر مفاخرت کے لیے تعلق جوڑنے کی حالانکہ لوگوں کی ملاقاتیں اسے نہ دنیا میں عزت دے سکتی ہیں نہ آخرت میں۔ اس لیے کسی نے کہا تھا:

لِقَاءَ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيْدُ شَيْئًا

سِوٰى الْهَذْبَانِ مِنْ قِيْلَ وَقَالَ

فَأَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ إِلَّا

لِأَخْذِ الْعِلْمِ أَوْ إِصْلَاحِ حَالِ

"لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی سوائے قیل و قال (باتوں کی) کی

شرمندگی کے پس لوگوں کی ملاقات کم کردے سوائے اس کے کہ اگر علم سیکھنا ہو یا پھر احوال کی اصلاح کرنی ہو۔“

لیکن علم وعرفان وحکمت کا علم سیکھنا تو دور اُلٹا طعنے دیتے ہیں کہ کیا سارے لوگ دیندار ہی ہیں؟ کیا سارے صحابہ رضی اللہ عنہم پڑھے لکھے تھے؟ تو اس علم کے ساتھ بغض وحسد وعداوت کو سن کر شاعر بول اُٹھا:

تُعَيِّرُنَا أَنَّا قَلِيْلٌ عَدِيْدُنَا
فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ الْكِرَامَ قَلِيْلٌ

”تو ہمیں یہ عار دلاتا ہے کہ ہماری قلت ہے تو یاد رکھ اہل کرم تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔“

لیکن اس کو کیا یہ تو اپنی اداؤں میں مگن ہے آخرت کو بھول کر دنیا کی جمالیات اور زیب وزینت کی حقیقت کے خواب دیکھتا ہے اور کہتا کہ اب ہم مکان بھی نہ بنائیں؟ تو پھر کیا جنگل میں چلے جائیں؟ یہ بھی کوئی اسلام نہیں کہ انسان اپنا گھر بھی نہ بنائے اور روزی بھی نہ کمائے تو شاعر نے اس خفیف فکر کو سن کر انتہائی غمگین اور آہستگی سے کہا:

يَا بَانِي الدَّارِ الْمُعِدَّ لَهَا
مَاذَا عَمِلْتَ لِدَارِكَ الْأُخْرٰى
وَمَعْهَدُ الْفُرُشِ الْوَثِيْرَةِ لَا
تَغْفَلْ فِرَاشَ الرَّقْدَةَ الْكُبْرٰى

”اے عمارتوں (کوٹھیوں) کو بنانے اور سیدھا کرنے والے اپنے آخری گھر کے بارے تو نے کیا عمل کیا ہے؟ اور اے قالینوں کے بچھانے والے بڑی نیند (قبر کی نیند) کے قالینوں سے غافل نہ ہو۔“

عمل کروگے تو وہاں قالین ملیں گے وگرنہ وہ بڑی بھیانک چیز ہے اور دیکھنا کہیں منزلیں بناتا ہی اپنی عاقبت کو جا پہنچے اور ان میں بسیرا کرنے کا موقع ہی نہ ملے اور تو منزلیں

تعمیر کرتا پھرے اور اسی حالت میں اُٹھایا جائے یا پھر دنیا کے لچر قسم کے کھیل اور ڈراموں یا محفلوں میں مشغول ہو تمھیں موت آجائے تو قیامت کو اسی حالت میں اُٹھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((مَنْ مَّاتَ عَلٰی شَیْءٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ .)) [1]

''جو جس چیز پر مرتا ہے اسی پر اُٹھایا جائے گا۔''

اور پھر کیا جواب ہوگا اللہ تعالیٰ کے ہاں کہ میں نے تو شراب و کباب کی محفل پہلی ہی مرتبہ اٹینڈ کی تھی میں نے تو یہ کھیل پہلی ہی مرتبہ کھیلا تھا اس وقت کوئی عذر قبول نہیں ہوگا اس لیے اے میرے مسلمان بھائی! عمل کر لے دین کی سمجھ حاصل کر لے اگر سمجھ نہ ہوگی تو عمل بھی ممکن نہیں اور دنیا کے فتنوں سے بچ جا بقول شاعر:

اِعْمَلْ وَأَنْتَ مِنَ الدُّنْیَا عَلٰی حَذِرٍ
وَاعْلَمْ بِأَنَّكَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَبْعُوْثٌ
وَاعْلَمْ بِأَنَّكَ مَا قَدَّمْتَ مِنْ عَمَلٍ
مُحْصًی عَلَیْكَ وَمَا خَلَّفْتَ مُوْرِوْثٌ

''عمل کرلو اور دنیا سے بچ کر رہنا اور جان لو کہ موت کے بعد تجھے اُٹھایا جائے گا اور یہ بھی جان لو جو عمل تو آگے بھیجے گا اس کا حساب ہوگا اور جو مال و متاع چھوڑ جائے گا وہ تو وراثت بن جائے گی۔''

پھر اس مال کے جمع کرنے کا کیا فائدہ جو تیرے کام نہ آسکے اس لیے بچے کی پیدائش اور بندے کی وفات کے وقت دونوں ہاتھوں کے بندھ جانے پر غور کر اور عبرت حاصل کر کہ جب بچہ پیدا ہوا ہے اس کے دونوں ہاتھ مقبوض ہوتے ہیں اور جب اس دنیا سے جاتا ہے تو پھر بھی یہی حالت ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے پوچھا تو حکیم نے جواب دیا:

[1] الصحیحة: ۲۸۳.

مَــقْبُـوْضُ كَفُّ الْـمَـرْءِ عِنْدَ وِلَادَةٍ
دَلِيْلٌ عَلَى الْحِرْصِ الْمُرَكَّبِ فِي الْحَيِّ
وَ مَـقْبُـوْضُ كَفُّ الْـمَـرْءِ عِنْدَ وَفَـاتِـهِ
يَـقُـوْلُ انْـظُـرُوْا إِلَى خَرَجْتُ بِلَاشَيْءٍ

''ولادت کے وقت بندے کے دونوں ہاتھوں کا بندھا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندگی کی سواری پر حریص ہے اور موت کے وقت دونوں ہاتھوں کا بندھا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مردہ کہہ رہا ہے کہ دیکھو میں اس زندگی کے گھر سے بغیر کسی چیز کے (خالی ہاتھ) جارہا ہوں۔''

اس لیے میرے بھائی! دین کی تعلیم سیکھو قرآن مجید کو سمجھو اس پر غور وفکر کرو اگر پڑھو گے تو عالم بنو گے کیونکہ کوئی بھی شخص علامہ پیدائشی نہیں ہوسکتا بقول شاعر:

تَـعَـلَّـمْ فَـلَيْـسَ الْـمَرْءُ يُوْلَدُ عَـالِمًـا
وَلَيْـسَ أَخُـوْ عِـلْـمٍ كَـمَنْ هُوَ جَاهِلُ
فَــوإِنْ كَبِيْـرَ الْـقَـوْمِ لَا عِـلْـمَ عِـنْـدَهُ
صِـغْـرٌ إِذَا الْتَـفَـتْ عَـلَيْــهِ الْمَحَـافِلُ

''تعلیم حاصل کرو کیونکہ کوئی بھی بندہ عالم پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی علم والا جاہل جیسا ہوتا ہے اور کسی قوم کا سردار جب اس کے پاس علم نہ ہو تو محافل میں وہ چھوٹا ہو جاتا ہے (عدم علم کی وجہ سے)''

لیکن افسوس ہے آج کے مسلمان پر کہ وہ اگر علم کی طرف رُخ کرتا ہے تو وہ بھی غلیظ اور دنیا کا علم جس کا آخرت میں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ کوئی صوفیت اور مراقبے ومکاشفے کا علم سیکھتا ہے اور دنیا میں پیٹ کا جہنم پر کرتا ہے اور عاقبت خراب کر بیٹھتا ہے اور کوئی موسیقی اور ڈانسنگ اور انگریزی علوم سیکھتا ہے جس سے خود تو لچرانہ زندگی بسر کرتا ہے اوروں کو بھی اس گناہ کی دعوت دیتا ہے کیونکہ انجینئرنگ وبیالوجی وکیمیا کے علوم سیکھتے وقت اسے دنیا کی ترقی اور امیری

کا نشہ ہوتا ہے دین کی بلندی کا احساس نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ایم اے انگلش کیا، دسیوں کورسز کرتا ہے، لیکن فاتحہ کا ترجمہ نہیں آتا آخر قیامت کو یہ کیا جواب دے گا اور کیا عذر پیش کرے گا کوئی بھی چیز جب اسلام کی بلندی کے لیے کی جائے دین کے لیے کی جائے وہ ثمر آور ہوتی ہے یہ زبانیں فی ذاتہ بری نہیں بلکہ کثرت لغات تو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی نشانی ہیں لیکن ان کو سیکھو تو اس لیے کہ اسلام کو اس زبان میں بھی پھیلائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زید بن ثابت کو حکم دیا تھا کہ

((تَعَلَّمْ كِتَابَ الْيَهُوْدِ فَإِنِّي لَا آمَنُهُمْ عَلَى كِتَابِنَا .)) [1]

"یہودیوں کی زبان سیکھو کیونکہ میں ان کے بارے میں امن میں نہیں کہ وہ ہماری کتاب (قرآن مجید) میں (اپنی زبان میں) غلط بیان کریں۔"

چنانچہ زید بن ثابت نے صرف ۱۷ دِن میں سریانی زبان سیکھی اور فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے احکامات وفرامین سریانی میں لکھتا (یہودیوں کو بھجوانے کے لیے) اور ان یہودیوں کی کتابیں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناتا۔ لیکن یہ زبان یا اس طرح کی غیر اسلامی زبانیں صرف وہ ہی سیکھے جو دین میں پختہ ہو وگرنہ وہ اسی زبان کی رو میں بہہ کر دین سے دور چلا جائے گا کیونکہ اس کا اختلاط پھر اسی زبان والوں کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو اس لیے حکم دیا تھا کہ جیسا کہ روایت میں ہے کہ ((إِنِّي أَكْتُبُ إِلَى قَوْمٍ فَأَخَافُ أَنْ يَزِيْدُوْا عَلَيَّ وَيَنْقُصُوْا)) میں قوم یہود کی طرف لکھا کرتا تھا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں میری بات کو مجھ پر بڑھا یا گھٹا نہ دیں (جس سے معنی کا فساد لازم آئے گا) اس لیے سریانی زبان سیکھی اور کسی کی زبان بھی اس لیے سیکھی جاتی ہے کہ ((مَنْ تَعَلَّمَ لِسَانَ قَوْمٍ أَمِنَ مِنْ مُكْرِهِمْ .)) "جو کسی قوم کی زبان دیکھتا ہے وہ ان کے مکر وفریب سے سلامت رہتا ہے"...... اس لیے اگر سیکھنا ہے تو دینی علم سیکھو اور اگر ضرورت ہو تو دین کی سربلندی کے لیے دوسرے علم بھی سیکھے جا سکتے ہیں جیسا کہ ابھی حدیث گزری۔ لیکن چونکہ آج

[1] الصحيحة : ١٨٧.

کا مسلمان فکری افق سے عاری ہوتا جا رہا ہے اس لیے عبرت نہیں پکڑتا حالانکہ ہر چیز میں عبرت ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا تھا:

إِذَا الْمَرْءُ كَانَتْ لَهُ فِكْرَةٌ
فِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهُ عِبْرَةٌ

''جب آدمی صاحب فکر ہو تو اس کے لیے ہر چیز میں عبرت ہوتی ہے۔''

اس لیے اے میرے بھائی! آج سے ہمت باندھ اور دین جس کا منبع و مصدر قرآن و سنت ہے اس کی فہم حاصل کر اور اس طرح اس کو سمجھ جس طرح نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا تھا اور یاد کر کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) ''چار مرتبہ کہہ کر کہ ''ہم نے قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے''...... تیرے لیے فہم وفقہ کے راستے ہموار کر دیے ہیں اس لیے بقول شاعر:

فكن رجلا رجله في الثرى
وهامة همته في الثريا

''ایسا آدمی بن کہ اس کا پاؤں تو زمین پر ہو اور اس کی ذہنی افتاد اوج ثریا کو چھو رہی ہو۔''

اور یاد رکھو کہ قرآن مجید کا فہم اور اس کی سمجھ بوجھ میں تیری نجات اور عزت ہے غیروں کی غیر اسلامی زبان سیکھو گے تو بے عزت ہی ہو گے عزت نہیں ملے گی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے واشگاف الفاظ میں باور کرا دیا ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ.﴾

(البقرة: ۱۲۰)

''اے نبی ﷺ! آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جاؤ گے۔''

عزت کی تلاش اسلام میں کرو جو کامل دین ہے جس کی زبان سب سے اعلیٰ (عربی) ہے۔اور اسی بات کی وضاحت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کی تھی کہ:

((إِنَّـا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ فَأَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهِ أَذَلَّنَا اللّٰهُ .)) ❶

"ہم ذلیل قوم تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے عزت دی اور جب بھی ہم اسلام کے علاوہ عزت تلاش کریں گے ہمیں اللہ تعالیٰ ذلیل کر دے گا۔"

اور فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ أَعَزَّكُمْ بِالْإِسْلَامِ فَمَهْمَا طَلَبْتُمْ الْعِزَّ فِيْ غَيْرِهِ أَذَلَّكُمْ .)) ❷

"تمھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ عزت دی تم نے جب بھی اس کے بغیر عزت طلب کی تمھیں ذلیل کر دے گا۔"

میری اللہ تعالیٰ سے انتہائی عاجزی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید کو کما حقہ سمجھنے کی توفیق دے اور اسلام کے ساتھ ہی اپنی عزت کی حفاظت کرنے کی توفیق دے اور ذلت کے راستوں سے بچائے اور قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے اور خاتمہ بالخیر فرما کر جنت الفردوس کا وارث بنائے۔ آمین

❶ الصحيحة : ٥١.

❷ تاريخ الطبرى: ٤٤٨/٢ والكامل : ٣٤٩/٢ والبداية: ١٢٥/٥ وصيد الخاطر : ٢٦٠.

چوتھا حق:......قرآن مجید پر عمل کیا جائے

قرآن مجید کا اس پر ایمان لانے، اسے ترتیل سے پڑھنے اور اس میں تفکر و تدبر و تفقہ کرنے کے بعد ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ اس پر (یعنی اس کی تعلیمات پر) عمل پیرا ہو۔ کیونکہ اس کا ماننا اور اس کی تلاوت کرنا اور اس کا فہم رکھنا حقیقت میں اس پر عمل کرنے کے لوازمات و مبادیات و اساسیات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اصل مقصود مطلوب تو عمل ہوتا ہے مثال کے طور پر کسی فیکٹری کا مدیر یا مالک جب اپنے ورکرز (کام کرنے والوں) کے لیے کوئی لائحہ عمل اور شیڈول تیار کرتا ہے پھر اس کو ہر ہر فرد تک پہنچاتا ہے تو ہر ورکر کر پڑھنا اور اس کا فقط سمجھ لینا کافی نہیں ہوتا بلکہ جب تلک اس میدان میں عملی کارکردگی ورکر نہیں دکھائے گا اس وقت تک اس لائحہ عمل کی حقیقت و روح سامنے نہیں آئے گی اسی طرح قرآن مجید اللہ مالک الملک کی طرف سے ہماری زندگی کا خاکہ اور ڈھانچہ ہے اور اس کے تمام خدوخال کو بیان کرنے والا ہے اور اس کے ساتھ اس کے لیے نصب العین اور (Answerbook) جوابی کاپی ہے اس لیے اگر قرآن مجید پر عمل نہ کیا اور اس کو پڑھا جائے تو یہ کوئی منتر تو ہے نہیں کہ دنیا و آخرت میں بھی ہر بلا سے بچا سکے اور اس کا فائدہ ہو سکے بلکہ اگر پڑھنے والا اس کے عمل کا منکر و انکاری ہے اور فرائض سرانجام نہیں دیتا تو وہ فائدہ کیا دین اسلام اور اس پر ایمان میں بھی جھوٹا ہے اور اس کا ایمان ہی معتبر نہیں تو فوائد کا حصول تو ایمان پر مبنی ہے اور ایمان کہتے ہیں ہی قول و عمل کو ہیں اور بعض قول و عمل اور نیت سے ایمان کی تعریف کرتے ہیں اور بعض قول و عمل و اتباع سنت سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ ایمان کی تعریف صرف یہ کرنا کہ انسان ایمان قولی لے آئے عقیدہ تسلیم کر لے نعرے لگائے تو وہ مومن ہے تو یہ ہی تو مرجیہ کا عقیدہ ہے جو عمل کو ضروری نہیں سمجھتے اس لیے اگر ایمان صرف قول کا نام ہے تو پھر تو نبی کریم ﷺ

کے چچا نے بھی کہا تھا:

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ أَوْ حِذْرًا مسبة
لَوَجَدْتَنِيْ سُمْحًا بِذَاكَ مُبِيْنًا

''اور تحقیق دین محمد تمام ادیان سے اچھا دین ہے اگر مجھے ملامت اور گالی کا ڈر نہ ہوتا تو میں واضح طور پر آپ کو اس کو قبول کرتا ہوا نظر آتا۔''

اس لیے اگر ایمان صرف عقیدے اور دین کا زبان سے قبول کر لینے کا نام ہوتا تو چچا بھی اس کی سچائی کو مانتا تھا لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا چنانچہ سہل بن عبداللہ التستری فرماتے ہیں کہ ایمان اگر قول سے ہو بغیر عمل کے تو یہ کفر ہے اور اگر قول کے ساتھ نیت بھی اچھی ہو لیکن اتباع رسول نہیں (نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق عمل نہیں) تو بدعت ہے اس لیے ایمان کہتے ہیں زبان و دل کے ساتھ اقرار تصدیق کے اور عمل کرنے اور نیت کا خالص ہونا اور اس نیت سے عمل جو سامنے آئے وہ نبوی سنت کے مطابق ہونا۔ [1] اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ .)) [2]

''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہو جائیں جسے میں لے کر آیا ہوں (قرآن وسنت)''

تو معلوم یہ ہوا کہ قرآن مجید کے ایمان و تلاوت وتفقہ کا جو فکر ہے جب تک اس کو عمل کا لبادہ نہیں پہنچایا جائے گا اس وقت تک تو اس شخص کا ایمان متحقق ہی نہیں ہوتا اس لیے قرآن مجید نے اس کے لیے ایک خاص اصطلاح ''حکم'' کے لفظ کے ساتھ استعمال کی ہے چنانچہ

---

[1] الإيمان: ١٣٧، ١٣٨.

[2] شرح السنة: ١٠٤، والسنة: ١٠٥، وجامع العلوم والحكم: ٤١.

قرآن مجید میں ایک واضح فیصلہ ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ. ﴾

(المائدة: ٤٤)

''جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے (قرآن مجید) اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے لوگ کافر ہیں۔''

کوئی بھی خیال یا نظریہ جب انسانی فکر میں رچ بس جائے یعنی اس کی رائے اور رائے کے مطابق اس کے دل و دماغ کا فیصلہ (جن دونوں کے ملنے سے ایک حکم سامنے آتا ہے) حکم بن جائے تو اس کا عمل خود بخود اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ مثلاً انسان ایک رائے قائم کرتا ہے کہ میں نے فلاں کے گھر شادی کرنی ہے اس رائے کو پھر دماغ میں جگہ دے کر کھنگالتا ہے جب دل و دماغ اس رائے پر متفق ہو جائیں تو وہ شخص مطلوبہ رشتہ لینے کے لیے بھاگ دوڑتا ہے اسی طرح قرآن مجید پر عمل ہو ہی اس وقت سکتا ہے جب انسان کا فکر قرآن مجید کے تابع ہو جائے اور قرآن مجید کے بیان کردہ علوم و حقائق انسان کے دل و دماغ دونوں میں جاگزیں ہو جائیں یہی وجہ تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید پڑھتے تو اس پر عمل کا حتی المقدور اہتمام کرتے اور جب تک ان آیات کے تمام علم و عمل کو اپنے اندر جذب نہ کر لیتے (اور ان کا فکر قرآن کے تابع نہ ہو جاتا) اس وقت تک آگے قدم نہ بڑھاتے۔ گویا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں حفظ قرآن اور اس کی ترتیل وفہم کا مفہوم ومدعا یہ تھا کہ قرآن مجید ان کی پوری شخصیت میں رچ بس جائے اور اس کا نور ہدایت اور عنصر عملی ان کے رگ و پے حتیٰ کہ جسم کے ریشے ریشے اور گوشے گوشے میں سرایت کر جائے اور نتیجتاً اس قرآن مجید کے الفاظ ان کے حافظے میں اور اس کی اداء ان کی زبان اور فہم و فراست و تعلیمات ان کے اخلاق و عادات و سیرت و کردار میں محفوظ ہو جائیں اور قرآن مجید پر مکمل صحیح معنوں میں ایمان لانے کی تکمیلی اور اتمامی کیفیت سامنے آجائے اور یہی مفہوم اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال ہوا تو اُنھوں

نے جواب دیا تھا:

((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ .)) ❶

"آپ کی سیرت مطہرہ ومقدسہ تعلیماتِ قرآنی کا مکمل عملی نمونہ تھی۔"

گویا کہ آپ مجسم قرآن تھے کیونکہ اُنھوں نے حکم الٰہی کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا اور دامے، درمے، سخنے اس کو اپنا نصب العین بنایا اور قرآن مجید (حکمًا عربیاً) کے وصف کے ساتھ اترا اسی کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم دی۔ الغرض قرآن مجید کے ایمان واستفادے کی یہی صحیح صورت ہے کہ اس کا جتنا حصہ، جتنا علم وفہم کسی کے پاس آیا ہے وہ ساتھ ساتھ اپنے اعمال وافعال وعادات واطوار وسیرت وکردار کا جزو بنا تا چلا جائے اور اس طرح قرآن مجید مسلسل اس کے خلق میں سرایت کرتا چلا جائے وگرنہ اگر وہ قرآن مجید کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتا اور اس کے اوامر کے مطابق بجا آوری نہیں کرتا اور نواہی سے نہیں بچتا تو اس کا ایمان قرآن مجید سے کوسوں دور ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ .)) ❷

"جو قرآن مجید کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دے وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا۔"

اور علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنِ اسْتَحَلَّ مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ فَقَدْ كَفَرَ مُطْلَقًا .)) ❸

"جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرے تو وہ مطلقاً کافر ہے۔"

اس لیے قرآن مجید کے احکامات پر عمل پیرا ہونا ہدایت نامہ کی نوید سنایا ہے اور بدعملی کفر

---

❶ تحفة الأخيار: ٥١٩٧، وصحيح الجامع: ٤٨١١ و صحيح أبي داؤد: ١٢١٣.

❷ الترمذي: ٢٩١٨، والمشكاة: ٢٢٠٣ والترغيب: ٢١١.

❸ تحفة الأحوذي: ٨/٢٣٦.

کی طرف دھکیل دیتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ أَحَدُكُمْ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا قَلِيلٍ.))❶

''اعمال (صالحہ) میں جلدی کیا کرو کیونکہ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے حتیٰ کہ صبح کے وقت ایک شخص مومن ہوگا تو شام کو کافر اور اگر شام کو مومن ہوگا تو صبح کے وقت کافر اور وہ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے مال و متاع کے بدلے بیچ دے گا۔''

اور یہی علامت ہے قرآنی علم اور عمل کے اُٹھ جانے کی جس کے بارے زیاد بن لبید بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے کسی چیز کا تذکرہ کیا اور فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب علم اُٹھ جائے گا میں نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! علم کیسے اُٹھ جائے گا؟ ہم قرآن پڑھتے ہیں اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور اسی طرح ہمارے بیٹے اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے قیامت تک تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا زِيَادُ! إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ أَوَ لَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْلَمُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهِمَا.))❷

''تیری ماں تجھے گم پائے اے زیاد! میں تجھے مدینے کا فقیہ آدمی سمجھتا ہوں کیا یہ یہودی اور عیسائی تورات اور انجیل نہیں پڑھاتے تھے؟ لیکن ان دونوں میں جو کچھ تھا عمل نہیں کرتے تھے۔''

(اسی لیے آج ان کے پاس اصل تورات وانجیل مفقود ہے) اور حقیقت یہ ہے کہ قرآنی

❶ صحيح الجامع: ٢٨١٤، والصحيحة: ٧٥٨.

❷ صحيح الجامع: ٦٩٩٠ وابن ماه: ٤٠٤٨ واقتضاء العلم: ٨٩.

علوم آج کل ایک رواج بنتا جا رہا ہے لوگ صرف قرآن کو بچوں کے سینوں میں اس لیے محفوظ کرواتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں ایک تو حافظ قرآن ہو ہماری عزت ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ يُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ جَهَنَّمَ .)) [1]

''جو شخص علماء میں فخر کے لیے یا بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑنے کے لیے یا لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف پھیرنے کے لیے علم سیکھتا ہے اللہ اس کو جہنم میں داخل فرمائیں گے۔''

آج ان مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو اپنی عزت بنانے لوگوں کی توجہ مبذول کروانے اور غلط مناظرے و جھگڑے کے لیے کوئی وکالت سیکھتا ہے کوئی کچھ ڈگری حاصل کرتا ہے اور کوئی اپنے اس غلیظ نظریے کی تسکین قرآن مجید اور علوم شرعیہ کو حاصل کرنے کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا تھا:

((مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهِ عِوَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عُرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) [2]

''جو شخص اس علم کو (جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے) دنیا کے مال و متاع کے لیے سیکھتا ہے قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔''

اسی لیے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوْا بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ تُمَارُوْا بِهِ السُّفَهَاءَ وَلَا لِتُجْرِئُوْا بِهِ الْمَجَالِسَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَالنَّارُ فَالنَّارُ .)) [3]

---

[1] صحيح الجامع: ٦١٥٨. [2] صحيح الجامع: ٦١٥٩.

[3] صحيح الجامع: ٧٣٧٠، وصحيح الترغيب: ١٠٢.

"علم کو علماء کے درمیان فخر اور بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑنے اور مجالس میں جرأت کرنے کے لیے نہ سیکھو جس نے یہ کام کیا پس آگ ہے پس آگ ہے۔"

اور حقیقت ہے جو علم کسی دنیوی اغراض کے لیے سیکھا گیا ہو اس کی تاثیر نہیں ہوتی وہ واقعی جہنم کا ایندھن بنائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّ اللّٰهَ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ فَيَقُولُ اللّٰهُ لِلْقَارِئِ أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِيْ قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عَلِمْتَ قَالَ كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ بَلْ أَرَدْتَّ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ذٰلِكَ ......يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أُولٰئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ تُسْعَرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) [1]

"اللہ جل شانہ قیامت کے دن جب بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے اُتریں گے تو سب سے پہلے اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے قرآن مجید کو جمع (یاد) کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس قاری (عالم دین) کو فرمائیں گے کہ کیا میں تم کو جو میں نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کیا تھا نہیں سکھلایا تو وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو تو نے سیکھا اس پر کیا عمل کیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ بول رہا ہے اور فرشتے کہیں گے تو جھوٹ بول رہا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے لوگ قاری (عالم دین) کہیں تو وہ دنیا میں کہا جا چکا ہے (پھر اس کو جہنم میں گھسیٹ کر لے جایا جائے گا)...... اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ تینوں (قاری، شہید، سخی) بدبخت ہیں (ریاکاری کی وجہ سے)

[1] صحيح الجامع: ١٧١٣ وأحمد: ٣٢٢/٢.

قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو آگ میں پھینکا جائے گا۔"

اب دیکھیں صرف نیک نیت نہ ہونے اور اس کے مطابق قرآن مجید پر عمل نہ ہونے کی سزا یہ ہے کہ اس کو جہنم کا بالن بنایا جائے گا۔ اس لیے دنیا فانی کی خواہش کرتے ہوئے کسی علم کو سیکھنا انتہائی خطرناک کام ہے اور پھر دنیا کی حقیقت بھی کیا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بِعَوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ .)) [1]

"اگر دنیا کی قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر جتنی بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتے۔"

اس لیے وہ کافر کو بھی دے رہا ہے مسلم کو بھی دے رہا ہے کیونکہ اس کے ہاں دنیا کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ اے میرے مسلمان بھائی! بات یہ کر رہے تھے جو شخص قرآن مجید پر عمل نہیں کرتا تو وہ اپنے ایمان میں جھوٹا ہے نماز وہ نہیں پڑھتا تو ایمان کیسا؟ زکوٰۃ وہ نہیں دیتا تو ایمان کیسا؟ حالانکہ نماز و زکاۃ کے بغیر جنت تو ملے گی ہی نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((اِتَّقُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَأَطِيْعُوْا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ .)) [2]

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی پانچوں نمازیں پڑھو اور رمضان کے روزے رکھو اور مالوں کی دلوں کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ دو اور اپنے ولی الامر کی اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

لیکن افسوس کتنے مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہی نہیں اور خشوع و خضوع سے عاری ہیں

---

[1] صحيح الجامع: ٥٢٩٢ والصحيحة: ٩٤٢.

[2] صحيح الجامع: ١٠٩ والصحيحة : ٨٦٥.

جو کہ قرآن مجید پر عدم یقین اور قیامت کی نشانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((أَوَّلُ شَيْءٍ يُرْفَعُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْخُشُوْعُ حَتّٰى لَا تَرٰى فِيْهَا خَاشِعًا)) ❶

''اس اُمت سے سب سے پہلے خشوع اُٹھ جائے گا حتیٰ کہ کوئی بھی خاشع (خشوع والا) تم نہیں پاؤ گے۔''

اس لیے میرے بھائی! نماز کو ایسے پڑھو جیسے یہ زندگی کی آخری نماز ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی کو فرمایا تھا:

((صَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ كُنْتَ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ وَأَيْأَسْ مِمَّا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ تَعِشْ غَنِيًّا وَإِيَّاكَ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ.)) ❷

''نماز ایسے پڑھ گویا کہ تو الوداعی نماز پڑھ رہے ہو اور تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم نہیں دیکھ رہے تو وہ تمھیں دیکھ رہے ہیں اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں (مال و دولت) اس سے نا اُمید ہو جا (اللہ تعالیٰ پر توکل کر) تم امیروں کی زندگی گزارو گے اور ایسے کاموں سے بچ جس کا پھر عذر پیش کیا جائے۔''

اس لیے ہر وقت ہر کام کرتے وقت سوچنا چاہیے کہ بعد میں اس کا عذر تو نہیں پیش کرنا پڑے گا اور حقیقت یہ ہے کہ فطرتی طور پر اللہ تعالیٰ نے برائی و اچھائی کی تمیز انسانی ڈھانچے میں رکھی ہے جسے ایمان کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((أَسَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ.)) ❸

''اے ابو امامہ! اگر تمھاری اچھائی تمھیں اچھی لگے اور تمھاری برائی تمھیں بری

---

❶ صحيح الجامع: ٢٥٦٩ والصحيحة: ٢٥٧٦.

❷ صحيح الجامع: ٣٧٧٦ والصحيحة: ١٤.

❸ صحيح الجامع: ٦٠٠ والصحيحة: ٥٥٠.

لگے تو تم مومن ہو۔‘‘

اور پھر عمومی خبر دی:

((مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ.)) ❶

’’جس شخص کو اس کی نیکی خوش کرے اور برائی ناخوش کرے وہ مومن ہے۔‘‘

نیکی و برائی کا امتیاز اسی وقت ہی حاصل ہوتا ہے جب قرآن مجید پر پورا ایمان ہو اور دنیا سے بے رغبتی ہو اور قبر کی یاد ہر وقت ہو اسی لیے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہاتھ رکھ کر اس نسخہ کیمیا (ایمان کی طرف لانے والا) کو بیان کیا تھا:

((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ.)) ❷

’’دنیا میں اس طرح زندگی گزارو جیسا کہ تم غریب ہو (غریب الوطن ہو) یا پھر مسافر سمجھو اور اپنے آپ کو قبروں والوں میں شمار کرو۔‘‘

(یعنی حساب و کتاب کے لیے ہر وقت تیار رہو) اس لیے کہ یہ دنیا عارضی و فانی ہے بقول شاعر:

دنیا جی لگانے کی جگہ نہیں ہے
یہ عبرت کی جاہ ہے تماشا نہیں ہے

نہ دنیا نے موت کے بعد ساتھ دینا ہے نہ مال و متاع نے اور نہ ہی رشتہ داروں نے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.)) ❸

---

❶ صحيح الجماع: ٦٢٩٤.

❷ صحيح الجامع: ٤٥٧٩ والصحيحة: ١١٥٧ والطبراني: ١٣٥٣/١٢.

❸ صحيح الجامع: ٧٩٣ ومختصر مسلم: ١٠٠١ والإرواء: ١٥٨٠.

''جب بندہ مر جاتا ہے تو عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے:

(۱) صدقہ جاریہ

(۲) ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے

(۳) نیک بیٹا جو دعا کرے۔''

اس لیے قرآن مجید کا علم وعمل سیکھنا چاہیے تاکہ موت کے بعد بھی اس کا فائدہ ہو اور قرآن مجید پر ایمان اسی وقت مکمل ہو گا جب اس پر عمل کریں گے اور جب عمل آئے گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے بن کر سرخرو ہوں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایمان باللہ اور ایمان بالقرآن کی کچھ نشانیاں بیان کی ہیں جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

((كُنْ وَرِعًا تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَكُنْ قَنِعًا تَكُنْ أَشْكَرَ النَّاسِ وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَأَحْسِنْ مُجَاوَرَةَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَأَقِلَّ الضَّحْكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِيتُ الْقُلُوبَ))[1]

''گناہوں سے دور ہونے والا بن جا تو تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے اور قناعت کرنے والا بن جا تو تمام لوگوں سے زیادہ شکر گزار بن جاؤ گے اور لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو تم مومن بن جاؤ گے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو تم مسلمان بن جاؤ گے اور ہنسنا کم کر دو کیونکہ کثرت سے ہنسنا دلوں کو مردہ کر دیتا ہے۔''

اس لیے میرے بھائی! آج سے ہم عہد کرتے ہیں کہ قرآن مجید کا یہ چوتھا حق (اس پر عمل کرنا) ہماری زندگی کا محور و مرکز بنائیں گے۔ غلطیاں تو ہر ایک کرتا ہے لیکن بہترین وہ ہیں جو توبہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

---

[1] صحيح الجامع: ٤٥٨٠ والصحيحة: ٩٣٠.

((كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ .)) ❶

"ہر بنی آدم غلطی کرنے والا ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔"

اس لیے آج سے توبہ کریں اور عمل شروع کردیں اس لیے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

اس لیے زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں اور پتہ نہیں موت کے بعد کون سی منزل ہوگی بقول شاعر:

وَكَيْفَ تَنَامُ الْعَيْنُ وَهِيَ قَرِيْرَةٌ

وَلَمْ تَدْرِ فِيْ أَيِّ الْمَحَلَّيْنِ تَنْزِلُ

"آنکھ میں نیند کیسے آتی ہے وہ تو مراد کو پہنچنے والی ہے (ٹھنڈک حاصل کرنے والی ہے) لیکن یہ نہیں پتہ کہ موت کے بعد (نیند کے ساتھ جہاں اس کو ٹھنڈک ملتی ہے) یہ کس منزل میں اترے گی۔"

اس لیے موت کے بعد کی منازل کی تیاری کرنی چاہیے وہ تیاری قرآن مجید پر عمل کرنے میں ہے۔ اس لیے صحت وزندگی کو غنیمت جانو اور عمل پیہم کے لیے کمربستہ ہو جاؤ۔ اس لیے کہ موت کبھی بھی کسی کو مہلت نہیں دیتی۔ اس لیے میرے بھائی! افسوس کرنا چاہیے اس صحت پر جو دین کے بارے نہ سوچے نہ عمل کرے اور اس زندگی پر جس میں نیک عمل نہ کیا جائے۔ شاعر نے تعجب کیا ہے:

عَجِبْتُ مِنْ جِسْمٍ مِنْ صِحَّتِهِ

وَمِنْ مَتَى نَامَ إِلَى الْفَجْرِ

وَالْمَوْتُ لَا تُؤْمَنُ خُطْفَاتُهُ

فِيْ ظُلَمِ اللَّيْلِ إِذَا يَسْرِيْ

"مجھے تعجب ہے اس جسم کی صحت پر جو کب سے فجر تک سویا رہتا ہے۔ اور موت

---

❶ صحيح الجامع: ٤٥١٥.

رات کی تاریکی میں (ظلمت میں) بھی اندھا کرنے سے (مارنے سے) بھی باز نہیں آتی۔"

(یعنی سویا ہوا ہو تو پھر بھی موت آسکتی ہے کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔) [1]

الغرض! قرآن مجید کا ہر مسلمان پر چوتھا حق یہ ہے کہ قرآن مجید کی انگلی پکڑ کر اس کے ساتھ چلنا شروع کر دے اور جہاں وہ بیٹھا دے وہاں بیٹھ جائے اور جہاں وہ چلا دے وہاں چل جائے اور جو حکم کرے اس کی اطاعت کرے اور جس سے روکے اس سے رُک جائے حتیٰ کہ قرآن مجید اس کی زندگی کا لائحہ عمل و نصب العین بن جائے تا کہ هدی للناس کی اصل روح وحقیقت سامنے آجائے اور قیامت کو یہ ہماری سفارش کرے نہ کہ ہمارے خلاف حجت بنے اور ہمیں جہنم کے سپرد کرے۔ اور ہم سب دنیا میں بھی عزت و راحت وسکون پا سکیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وسلف صالحین نے پایا۔ بقول شاعر:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

---

[1] صحيح الجامع: ٦٨٠٨.

پانچواں حق:......قرآن مجید کو آگے پہنچایا جائے

قرآن مجید کا پانچواں حق یہ ہے کہ اس پر ایمان لانے اور ترتیل سے پڑھنے اور اس کو سمجھنے اور عمل کرنے کے بعد دوسروں تک پہنچایا جائے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایمان لانے اور نبی سے پڑھنے اور سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر اور فردی طور پر اس کو آگے پہنچایا تھا کیونکہ اللہ جل شانہ کا حکم مبارک ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ (المائدۃ: ٦٧)

''اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجیے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا نہیں کی۔''

چنانچہ اس آیت مبارک میں پہنچانے کے لیے جو قرآنی اصطلاح استعمال ہوئی ہے وہ تبلیغ ہے اور قرآن مجید کے نزول کا مقصد بھی یہ تھا کہ یہ چار دانگ عالم میں پھیل جائے جس مقصد کی تعبیر قرآن مجید کچھ یوں کرتا ہے:

﴿هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ﴾ (إبراھیم: ٥٢)

''یہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لیے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعے وہ ڈرائے جائیں۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے نازل ہونے کا اولین مقصد بھی خود قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

﴿وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾ (الأنعام: ١٩)

''اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی بھیجا گیا ہے کہ میں اس قرآن مجید کے

ذریعے سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن مجید پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔''

چنانچہ بعثت کی پہلی گھڑی سے زندگی کی آخری رمق تک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اپنے فرض منصبی (تبلیغ) کے لیے انتھک محنتیں و مشقتیں کیں اور مصائب و آلام برداشت کیے اور کوئی بھی فرصت ہاتھ سے نہ جانے دی بلکہ اس کو غنیمت خیال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ اگر دعوت و تبلیغ کے اس مشن کو غور سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے عرصے میں آپ ﷺ کی جدوجہد کا اصل محور و مرکز قرآن مجید ہی رہا تھا۔ اس کی تلاوت و تبلیغ و تعلیم و تبیین و توضیح میں آپ مسلسل مصروف رہے چنانچہ قرآن مجید تقریباً چار مقامات پر آپ ﷺ کے طریق دعوت و تبلیغ اور اصلاح و انقلاب کے لیے مختار منہج کی وضاحت کچھ یوں کرتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

(آل عمران: ١٦٤)

''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب (قرآن مجید) اور حکمت سکھاتا ہے۔''

الغرض مذکورہ آیات کا نتیجہ یہ ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا (بلاشبہ وہ قرآن مجید تھا کسی کی فقہ اور دیگر خرافات نہیں تھیں) بلا کم و کاست اور بلا خوف آپ کو لوگوں تک پہنچانا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسے پہنچایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے جم غفیر کو فرمایا تھا:

((أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟))

''کیا میں نے پہنچا دیا''

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

((نَعَمْ))

''جی ہاں''

تو پھر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ)) ❶

''اے اللہ! گواہ رہنا (کہ میں نے پہنچا دیا ہے)''

ایک دوسری روایت میں جب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے پوچھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

((نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ .)) ❷

''ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پہنچا دیا ہے اور (پیغام الٰہی کا حق) ادا کر دیا ہے اور نصیحت کر دی ہے''

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے کچھ چھپا لیا ہے اس نے یقیناً جھوٹ بولا ہے۔'' ❸

چنانچہ خود اس قرآن مجید کو آگے پہنچانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیا:

((بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً .)) ❹

''میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔''

خطبہ حجۃ الوداع میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم (جو تقریباً سوا لاکھ تھے) کو حکم دیا:

((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ .)) ❺

''پس جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے۔''

چنانچہ قیامت تک کے لیے فریضہ تبلیغ دین (تبلیغ قرآن) کا بوجھ اُمت محمدیہ کے

---

❶ البخاري: ١٧٤١ وأحمد ص: /٧٦، ٥/٤٩.

❷ أبو داود: ١٩٠٢ ❸ البخاري: ٤٨٥٥.

❹ صحيح الجامع: ٢٨٣٧ والترمذي: ٢٦٦٩ والبخاري: ٣٤٦١ وأحمد: ١٥٩/٢

❺ البخاري: ١٧٤١ وأحمد: ٧٦/٢ و ٤٩/٥

کاندھوں پر آ گیا ہے جس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسئول ہو گی۔ اور بلاشبہ ہر اُمت افراد پر مشتمل ہوتی ہے لہٰذا اُمت کا ہر فرد اپنی اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق اس فرض کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے تو علماء و فضلاء پر ذمہ داری، ان کی استعداد کے مطابق عائد ہوتی ہے اور عوام پر ان کی صلاحیت کے مطابق الغرض ((بلغوا عني ولو آية)) کے عموم سے یہ بات ثابت ہے کہ اس ذمہ داری سے کوئی بھی بری نہیں جسے ناظرہ پڑھنا آتا ہے وہ آگے ناظرہ پڑھائے اور جسے کوئی دعا یاد ہے وہ آگے یاد کروائے جس نے حفظ کیا ہے وہ دوسروں کو یاد کروادے جسے ترجمہ آتا ہے وہ دوسروں کو ترجمہ پڑھادے حتیٰ کہ اگر کسی کو ایک آیت بھی یاد ہو تو وہ اسے دوسروں کو یاد کروانے کا مکلف ہے یا قرآن مجید کی کسی ایک آیت یا سورت کا مفہوم معلوم ہو اور اسے آگے پہنچادے تو یہ بھی تبلیغ قرآن میں شامل ہے۔ اگرچہ اس مقدس اور عظیم الشان فرض کی ادائیگی کی جو ذمہ داری اُمت مسلمہ پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے وہ اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک قرآن مجید کا متن اور اس کا مفہوم کائنات کے اطراف و اکناف تک نہ پہنچا دیا جائے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ جو اُمت قرآن مجید کو اقوام و اُمم عالم تک پہنچانے کی ذمہ دار بنائی گئی تھی آج وہ خود اس بات کی محتاج ہو چکی ہے کہ اس کو (قرآن مجید کو) پہنچایا جائے لہٰذا اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اس معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ہر مسلمان کمربستہ ہو جائے اور قرآن مجید کو درجہ بدرجہ سیکھنے اور سکھانے میں لگ جائے۔ اور اسی سکھانے کو تبلیغ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے مدارج و مراتب و پہلو بہت زیادہ ہیں حتیٰ کہ تعلیم بھی تبلیغ کا ایک مؤثر شعبہ ہے اور تبیین بھی اسی کا ایک بلند تر درجہ ہیں۔ چنانچہ اُمت مسلمہ کو یہ بھولا ہوا سبق (تبلیغ قرآن) سکھانے کی ضرورت ہے تاکہ ان قرآن و حدیث نبوی ﷺ کے وضع کردہ خطوط پر چل کر ہم تبلیغ قرآن کا حق بھی ادا کرسکیں اور اس کے ثمرات بھی حاصل کرسکیں۔

ا۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا:

کسی بھی معاشرہ کا بگاڑ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک (امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر) کی صفت کو ترک نہیں کرتا اسی طرح ایک بگڑے ہوئے معاشرے میں تبلیغ قرآن کا پہلا قدم انذار و تبشیر ہی ہے جو اس کو واپس اپنے اصلی مقام پر لا سکتا ہے اور اُمت محمدیہ کا اصل مقام تو قرآن مجید نے خود بیان کیا ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو۔''

چنانچہ اس آیت میں جہاں اُمت محمدیہ کا مقام بیان ہوا ہے وہاں اس کو خیر اُمت بہترین اُمت کا لقب دے کر مقام کو واضح کیا گیا اور اس بہتری کی علت بھی بیان کر دی کہ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا ہے، اور اسی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سبق کو جب نبی کریم ﷺ نے وفد عبدالقیس کو پڑھایا تو ساتھ ہی یہ فرمایا تھا:

((احْفَظُوْهُ أَخْبِرُوْهُ مَنْ وَرَائَكُمْ.)) [1]

''اس کو یاد کرو اور اپنے پچھلوں کو بھی اس کو بھی اس کی خبر دو۔''

جہاں نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے کا فرمان ربانی ہے وہاں یہ خصلت بہتری کی علامت ہے اور جہاں یہ اُمت کی بہتری کی علامت ہے وہاں یہ اللہ تعالیٰ کو بڑی ہی عمل پسند ہے چنانچہ ایک آدمی نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب اور پسند ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ ثُمَّ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ.)) [2]

''سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ ایمان لانا لگتا ہے پھر صلہ رحمی

---

[1] البخاري: ۸۷.

[2] صحيح الجامع: ۱٦٦ وابن أبي شعيبة: ۷۷ وأبو يعلى: ٤/۷، ٤١ والمجمع الزوائد: ۸/۱٥۱

پھر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔"

تو نیکی کا حکم وہی لوگ کرتے ہیں جو خود نیکی والے ہوں۔ چنانچہ یہ دنیا میں نیکی کرنے والے اور حکم کرنے والے قیامت کو بھی اہل خیر شمار ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّ أَهْلَ الْمَعْرُوْفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الآخِرَةِ وَإِنَّ أَهْلَ الْمُنْكَرِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الْآخِرَةِ.)) ❶

"جو دنیا میں اہل خیر ہیں وہی لوگ آخرت میں اہل خیر ہوں گے اور جو دنیا میں اہل شر ہوں گے وہی آخرت میں بھی اہل شر ہوں گے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَّأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ.)) ❷

"تم میں سے جو برائی کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے بدلے (نیکی میں یعنی برائی ختم کرے) پس وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو بدلے پس اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے ضرور برا جانے اور یہ (صرف دل سے برا جاننا، ہاتھ اور زبان سے نہ روکنا) ضعیف ایمان کی علامت ہے۔"

تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر جہاں انسان کے ایمان کے معیار کو واضح کرتا ہے وہاں یہ انبیاء علیہم السلام کے حواریوں کی علامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ مِثْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَيَتَقَيَّدُوْنَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا

---

❶ صحيح الجامع: ٢٠٣١.

❷ صحيح الجامع: ٦٢٥٠ و مسلم: ٤٩، ٣٤، ٧٨ وصحيح أبي داؤد: ١٠٣٤ والترمذي: ٢١٧٢ والنسائي: ٥٠٠٨، ٥٠٠٩ وابن ماجه: ١٢٧٥، ٤٠١٣ وأحمد: ١٠/٣

تَخْلِفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ لَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ .)) ❶

''جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے میری طرح کسی اُمت میں بھیجا اس کی اُمت سے اس کے حواری اور ساتھی تھے جو اس کی سنت کو لیتے اور اس کے حکم پر کار بند رہتے پھر اس کے بعد ایسے خلوف (نا بلد) لوگ آئے جو وہ کہتے تھے کرتے نہیں تھے اور وہ کام کرتے تھے جس کا حکم انھیں نہیں دیا جاتا تھا پس جو شخص ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے ساتھ زبان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے ساتھ دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے۔ اس کے بعد (یعنی اگر وہ دل سے بھی اس کو برا نہیں جانتا) ایمان رائی کے دانے کے برابر نہیں ہوتا۔''

یہی وہ نسخہ کیمیا ہے کہ جب اس کو انسان استعمال کرے تو اس پر فتنے کے بادل اُٹھ جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَنَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ .)) ❷

''آدمی کا فتنہ اپنے اہل اور مال اور نفس اور اولاد پڑوسی میں ہے اور اس کا کفارہ روزے رکھنا، نماز پڑھنا اور صدقہ دینا اور نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ہے۔''

امر بالمعروف و نہی عن المنکر صرف فتنے کا کفارہ ہی نہیں بلکہ یہ صدقہ بھی لکھا جاتا ہے

---

❶ صحيح الجامع: ٥٧٩٠ و مختصر مسلم: ٣٥.

❷ صحيح الجامع: ٤١٩٥.

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((تَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ أَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَإِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِيْ أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ وَإِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَكَ صَدَقَةٌ وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ دَلْوِ أَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ .)) ❶

''(اے ابوذر!) تیرا اپنے بھائی کے سامنے (خوشی سے اس کو دیکھ کر) تبسم کرنا تیرے لیے صدقہ ہے اور تیرا نیکی کا حکم کرنا اور تیرا برائی سے منع کرنا تیرے لیے صدقہ ہے اور گمراہی کی زمین میں (بدعات وخرافات میں) تیرا کسی آدمی کو سیدھا راستہ دکھانا تیرے لیے صدقہ ہے اور راستے سے پتھر اور کانٹا اور ہڈی کو دور کرنا تیرے لیے صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں انڈیلنا (یعنی اس کا تعاون کرنا) تیرے لیے صدقہ ہے۔''

لیکن آج بجائے تبسم کرنے کے ہم غافلوں کی طرح قہقہے مارتے ہیں۔ حالانکہ صدقہ تبسم میں سے ہے اور ہم بجائے صدقہ کرنے کے اپنے بھائیوں پر ہنستے ہیں اور دکھ دیتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ بھی تبسم فرماتے تھے جیسا کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا .)) ❷

''نبی کریم ﷺ تبسم فرمایا کرتے تھے مسکراتے تھے، قہقہے مار کر ہنستے نہیں تھے۔''

جب بھی کلام کرتے تبسم فرمایا ((فداہ أبی أمی)) اسی طرح نیکی کا حکم بھی نہیں کرتے بلکہ یا تو اپنی عزت کا خیال کر کے چپ رہتے ہیں یا طعنے دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن بندے کو کہیں گے:

---

❶ صحیح الجامع: ۲۹۰۸ والصحیحة: ۵۷۲.

❷ صحیح الجامع: ٤٨٦١.

((مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُوْلَ فِيْ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ خَشْيَةَ النَّاسِ فَيَقُوْلُ فَإِيَّايَ كُنْتُ أَحَقَّ أَنْتَ تَخْشٰى .)) ❶

"کس چیز نے تجھے روکا تھا کہ تو اس طرح اس طرح نہ کہے تو بندہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈرنے۔ تو اللہ تعالیٰ (جباری وقہاری آواز میں) فرمائیں گے کہ میں زیادہ حق دار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا۔"

اسی طرح کسی کو جہالت سے نکال کر اسلام کی روشنی اور شرک و بدعت وخرافات سے نکال کر توحید وسنت کی روشنی میں لانا واقعتاً صدقہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو فرمایا تھا: اے علی!

((لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ .))❷

"اگر تیری وجہ سے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو یہ تیرے لیے سرخ اُونٹوں سے بہتر ہے۔"

(سرخ اُونٹ انتہائی اعلیٰ اور ثمین چیز اس وقت متصور کی جاتی تھی) اور حتیٰ کہ ارشاد و توجیہ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهٖ .)) ❸

"جو نیکی پر دلالت کرتا ہے اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے جتنا نیکی کرنے والے کے لیے ہے۔"

اور یہ بھی فرمایا:

((اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ .)) ❹

---

❶ ابن ماجه: ٤٠٠٨۔ ❷ البخاري: ٣٧٠١ ومسلم: ٢٤٠٦،١٨٧٢ وأحمد: ٣٣٣/٥۔

❸ صحيح الجامع: ٦٢٣٩

❹ صحيح الجامع: ١٦٠٥، ٣٣٩٠، ٤٥٥٦، والصحيحة: ١٦٦٠، ومسلم: ١٨٩٣، والترمذي: ٢٦٧٣، وأبو داؤد: ٥١٢٩ و صحيح الترغيب: ١١٢۔

''نیکی پر دلالت کرنے والا گویا کہ نیکی کرنے والا ہے۔''

اور یہ بھی فرمایا:

((دَلِيْلُ الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ .)) ❶

''نیکی پر دلالت کرنا گویا کہ نیکی کرنا ہے۔''

صرف نیکی کرنے والے کو اجر ہی نہیں ملتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا تھا:

((مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا .)) ❷

''جو شخص ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو اس کو اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا اس کی اتباع کرنے والے کو ملتا ہے (یعنی ہدایت کو قبول کر لینے والے کو) لیکن اس شخص کا اجر کم نہیں ہوتا اس طرح جو گمراہی کی طرف بلاتا ہے تو گمراہی کو قبول کرنے والے کو جتنا گناہ ہوتا ہے اتنا ہی اس بلانے والے کو ہوتا ہے اور اس شخص کے گناہوں میں بھی نقص نہیں ہوتا۔''

اس لیے جو کچھ انسان نے سیکھا ہو اس کو آگے پہنچانا ضروری ہے کیونکہ جب اس نے بیان کر دیا تو گویا نیکیوں کی فیکٹری لگا دی اور اگر بیان نہیں کرے گا تو پھر اس علم کا فائدہ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((مَثَلُ الَّذِيْ يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ ثُمَّ لَا يُحَدِّثُ بِهِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يَكْنِزُ فَلَا يُنْفِقُ مِنْهُ .)) ❸

---

❶ صحيح الجامع: ٣٣٩٠، والصحيحة: ١٦٦٠.

❷ صحيح الجامع: ٦٢٣٤ والصحيحة: ٨٦٥، والترمذي: ٢٦٧٤.

❸ صحيح الجامع: ٥٨٣٥.

''جو شخص تعلیم حاصل کرے پھر اس کو بیان نہ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی مال جمع کرے پھر خرچ نہ کرے۔''

تو جس طرح مال کو مجمع کرنا بغیر خرچ کرنے کے اس کو دنیا میں بخیل اور آخرت میں عذاب الٰہی کا مستحق بنا سکتا ہے اسی طرح جو کچھ انسان کو آتا ہو اس کو بیان کرنا ضروری ہے اور یہ ہی ہماری مسلمان ہونے کے ناطے سے ذمہ داری ہے اس لیے علم بیان کرنے میں نیکی آئے گی اور برائی منع نہ کرنے میں برائی آئے گی۔ اور اگر برائی نظر آرہی ہو پھر انسان منع نہ کرے تو گویا اس کا ایک تو ایمان ضعیف ہے اور دوسرا اگر اس نے برائی کے بارے سنا ہے لیکن اس کے بارے غیرت کو ظاہر نہیں کیا بلکہ راضی ہوا ہے تو وہ گویا اس برائی میں حاضر تھا اور اس نے اس کو روکا نہیں اس کو اسی طرح گناہ ہوگا جس طرح جو برائی کے پاس ہو اور اسے روکتا نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِذَا أُعْمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا.)) ❶

''اگر زمین میں کوئی برائی کی جائے تو جو حاضر ہو، اسے مکروہ جانے تو گویا وہ ایسے ہے جیسا کہ وہ اس برائی کے پاس تھا ہی نہیں اور جو برائی کے پاس نہ ہو لیکن اس برائی پر راضی ہو تو وہ گویا ایسے ہے جیسے وہ برائی میں حاضر تھا۔''

اس لیے نیکی کا حکم کرنا اور برائی کو روکنا اور اسے انتہائی مکروہ جاننا ضروری ہے وگرنہ اس کا نتیجہ عذاب کی شکل میں دنیا میں ہی اتر سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوْا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ.)) ❷

---

❶ صحيح الجامع: ٦٨٩٠.

❷ صحيح الجامع: ١٩٧٣.

''لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عذاب میں اندھا کر دے۔''

اور فرمایا:

((إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ وَلَا يُغَيِّرُوْنَهُ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهِ .)) ❶

''لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں پھر اس کو نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عذاب سے اندھا کر دیں۔''

اور یہ بھی فرمایا:

((مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِيْ هُمْ أَعَزُّ وَأَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهُ ثُمَّ لَمْ يُغَيِّرُوْهُ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْهُ بِعِقَابٍ .)) ❷

''کسی قوم میں جب گناہ (معاصی) ہوں تو وہ لوگ جو زیادہ عزت والے ہوں اور تعداد میں ان لوگوں سے زیادہ ہوں جو (معاصی) گناہ کرتے ہیں پھر بھی اس برائی کو تبدیل نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عقاب سے اندھا کر دیں گے۔''

صرف عذاب الٰہی کا مستحق نہیں بلکہ جو دعا بھی کرے وہ بھی قبول نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْ عِنْدِهِ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ .)) ❸

''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا یا قریب ہے کہ اللہ

---

❶ صحيح الجامع: ١٩٧٤ والصحيحة: ١٦٧١.

❷ صحيح الجامع: ٥٧٤٩.

❸ صحيح الجامع: ٧٠٧٠، والترمذى: ٢١٦٩ وأحمد: ٣٨٩.

تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عقاب بھیجیں پھر تم دعا بھی کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں فرمائیں گے۔"

اس لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ضرور ادا کرنا چاہیے تاکہ دنیا میں عذاب الٰہی سے بچا جا سکے اور قیامت کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوال سے بچا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَيَسْأَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَسْأَلَهُ مَا مَنَعَكَ إِذَا رَأَيْتَ الْمُنْكَرَ أَنْ تُنْكِرَهُ؟)) [1]

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کریں گے حتیٰ کہ یہ بھی پوچھیں گے کہ جب تو نے برائی دیکھی تو تجھے کس چیز نے منع کیا تھا کہ اس کو روکے۔"

تو میرے بھائی! اس دن کیسے جواب دیں گے کوئی بھی اتنی سکت نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بول سکے تو جواب کیسے دیں گے؟ اس لیے نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے نہ کہ صرف مرد پر جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے کہ یہ مرد کی ذمہ داری ہے عورت کی نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ (الأحزاب: ٣٢)

"اور ہاں قاعدے کے مطابق بات کریں۔"

جس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((أَمَرَهُنَّ بِالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ .)) [2]

"اللہ تعالیٰ نے ان کو (نبی کی بیویوں کو) نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا حکم دیا ہے۔"

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح الجامع: ١٨١٨ و الصحيحة: ٩٢٩.

[2] تفسير القرطبي: ١٤/١٧٨.

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (التوبة: ۷۱)

''مومن مرد اور عورت ایک دوسرے کے ولی (مددگار، معاون) ہیں وہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔''

چنانچہ علامہ ابن النحاس الدمشقی فرماتے ہیں:

((قُلْتُ وَفِيْ ذِكْرِهِ تَعَالٰى (والمؤمنات) هُنَاكَ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاجِبٌ عَلَى النِّسَاءِ كَوُجُوْبِهِ عَلَى الرِّجَالِ حَيْثُ وُجِدَتِ الْإِسْتِطَاعَةُ.))[1]

''میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے قول (والمؤمنات) میں دلیل ہے کہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر عورتوں پر اسی طرح واجب ہے جس طرح مردوں پر واجب ہے جب استطاعت ہو۔''

اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ.))[2]

''عورت اپنے خاوند کے گھر اور اپنے خاوند کی اولاد کی مسئول ہے اور قیامت کو ان کے بارے اس کو پوچھا جائے گا۔''

اور راعی کہتے ہیں کہ وہ شخص نصیحت کا حکم کرے اور خیانت اور بری چیزوں سے روکے[3] اس لیے عورتوں پر بھی نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا واجب ہے تاریخ اسلامی کے اوراق کی سیاہی اس بات کو واضح کرتی ہے کہ صحابیات نے یہ کام احسن انداز سے اور

---

[1] تنبيه الغافلين عن أعمال الجاهلين: ۲۰.

[2] البخاری: ۷۱۳۷ ومسلم: ۱۸۲۹.

[3] معالم السنن: ۲/۳ و شرح النووی: ۱۲/۲۱۳.

ذمہ داری سمجھتے ہوئے کیا جیسا:

- اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کو لا إله إلا الله کہنے کا حکم دیا۔ ❶
- ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند مالک بن النضر پر اسلام پیش کیا۔ ❷
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کو وضو مکمل کرنے کا حکم دیا۔ ❸
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے سعد بن ہشام کو تبتل (شادی نہ کرنے) سے منع کیا۔ ❹
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے سلمہ بن عبدالرحمٰن کو زمین میں جھگڑا کرنے سے منع کیا۔ ❺
- اُم حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے اور اسلام قبول کرنے کا حکم دیا۔ ❻
- عدی بن حاتم کی پھپھو نے اس کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا حکم دیا۔ ❼
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے مریض کے پاؤں میں بلا کے دفع کرنے کے لیے پازیبیں پہننے پر انکار کیا۔ (اس کو منع کیا) ❽
- سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو نماز میں وضو ٹوٹ جانے پر وضو کا حکم دیا۔ ❾
- اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نسیب (قریبی) کو نماز میں پھونکنے سے منع کیا۔ ❿
- حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو شادی کا حکم دیا۔ ⓫
- میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قریبی سے شراب کی بدبو پا کر اس کو ڈانٹا۔ ⓬

---

❶ سير أعلام النبلاء: ٢/٣٠٥ والطبقات: ٨/٤٢٥.
❷ الاستيعاب: ٤/١٩٤٠.
❸ مسلم: ٢٤٠.
❹ أحمد: ٦/١١٢.
❺ مسلم: ١٤٨١.
❻ الإصابة: ٨/٢٢٥ وأسد الغابة: ٦/٣٢١.
❼ أحمد: ٤/٣٧٨.
❽ المستدرك على الصحيحين: ٤/٢١٧.
❾ أحمد: ٦/٢٧٢.
❿ أبويعلى: ٦٩٥٤.
⓫ مسند الشافعي: ٣١.
⓬ سير أعلام النبلاء: ٢/٢٤٤.

* عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسے کپڑے پہننے سے عورت کو منع کیا جس میں صلیب کا نشان تھا۔ ❶
* عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بچی کے بالوں کو ڈھانپا۔ ❷
* زینب بنت ابی سلمہ نے بچی کا نام برہ رکھنے سے منع کیا۔ ❸
* بریرہ رضی اللہ عنہ نے عبدالملک بن مروان کو خلافت کے وقت خون بہانے پر ڈرایا۔ ❹
* عمرہ الانصاریہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو خروج سے منع کیا (کہ وہ کوفہ نہ جائیں) ❺
* سعد بن معاذ کی ماں نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ جلدی مسلمانوں کے لشکر سے جا ملیں۔ ❻
* صفیہ رضی اللہ عنہا نے عراقی عورتوں کو گھڑے میں نبیذ (شراب) کے بارے میں کثرت سے سوال کرنے منع کیا۔ ❼
* معرکہ یرموک میں مسلمان عورتوں نے اپنے اپنے گھر والوں کو بھاگنے پر ڈانٹا۔ ❽
* حفصہ بنت سیرین نے جوانوں کو اپنی جوانی کو غنیمت جاننے کا حکم دیا۔ ❾
* ام الدرداء نے عبدالملک بن مروان کے خادم کو گالی دینے سے روکا۔ ❿

الغرض! نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا صرف مردوں پر ہی فرض نہیں بلکہ عورتوں پر بھی ان کے دائرہ کار میں رہ کر اپنی استطاعت کے مطابق فرض وواجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس واجب کو قابل عمل بنانے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۲۔ نیکی کا حکم کرنے کے ساتھ خود بھی اس پر عمل کرنا اور برائی سے روکنے کے ساتھ خود بھی رُکنا:

تبلیغ قرآن کے سلسلہ میں جہاں نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ پہلے نیکی سے روشناس کروا کر اس کے ثمرات بیان کیے جائیں اور برائی پر تنبیہ کر کے

❶ أحمد: ٦/ ١٤٠.
❷ مصنف عبدالرزاق: ٢/ ٢٢٩.
❸ مسلم: ٢١٤٢.
❹ الاستیعاب: ٤/ ١٧٩٥.
❺ سیر أعلام النبلاء: ٣/ ٢٩٦.
❻ سیر أعلام النبلاء: ١/ ٢٨٢.
❼ أحمد: ٦/ ٣٣٧.
❽ الفتوح: ١/ ٢٠٢.
❾ صفة الصفوة: ٤/ ٢٤.
❿ مسلم: ٢٥٩٨ وأحمد: ٦/ ٤٤٨.

اس سے ڈرایا جائے وہاں نیکی کو عملاً کر کے دکھانا اور برائی سے عملاً دور ہونا دعوتی میدان کی کامیابی کی کلید ہے کیونکہ اگر داعی کا اپنا عمل نہیں تو وہ کسی کو کیسے عمل پر مجبور کر سکتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف: ۲)

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔''

منع کرنے کی علت بھی بیان کی:

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف: ۳)

''تم جو کرتے نہیں اس کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت ناپسند ہے۔''

اصل میں اس سورت کا سبب نزول بھی یہ تھا کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے احب الاعمال (سب سے پسندیدہ اعمال) پوچھنے چاہئیں تاکہ ان پر عمل کیا جا سکے تو پوچھنے کی جرأت کوئی بھی نہیں کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما دی۔ [1] اور جب ان کو وہ اعمال بتلائے گئے تو وہ پھر سست ہو گئے تو ان آیات میں ان کو توبیخ کی جا رہی ہے کہ خیر کی بات جو کہہ رہے ہو وہ کرتے کیوں نہیں ہو؟ جو بات منہ سے نکالتے ہو اسے پورا کیوں نہیں کرتے؟ جو زبان سے کہتے ہو اس کی پاسداری کیوں نہیں کرتے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایسے عالم کی (جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتا ہے لیکن خود عمل نہیں کرتا) مثال یوں بیان کی ہے:

((مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِيْ يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَيَنْسٰى نَفْسَهٗ كَمَثَلِ السِّرَاجِ يُضِيْءُ لِلنَّاسِ وَيُحْرِقُ نَفْسَهٗ.)) [2]

''وہ عالم جو لوگوں کو خیر و بھلائی سکھلاتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے وہ اس چراغ کی مانند ہے جو لوگوں کے لیے تو روشنی کرتا ہے لیکن اپنے آپ کو جلاتا ہے۔''

---

[1] الترمذي: ۳۳۰۹ وأحمد: ۵/ ۴۵۲ والدارمي: ۲۳۹۴.

[2] صحيح الجامع: ۵۸۳۱.

چنانچہ اسی جلانے کی تفصیل و ہیئت اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یوں بیان کی ہے:

((رَأَیتُ لَیلَةَ أُسرِیَ بِی رِجَالًا تَقرُضُ شِفَاهَهُم بِمَقَارِیضَ مِن نَّارٍ فَقُلتُ مَن هٰؤُلَاءِ یَا جِبرِیلُ؟ فَقَالَ: اَلخُطَبَاءُ مِن أُمَّتِكَ یَأمُرُونَ النَّاسَ بِالبِرِّ وَیَنسَونَ أَنفُسَهُم وَهُم یَتلُونَ الكِتَابَ أَفَلَا یَعقِلُونَ.))

''میں نے معراج کی رات میں دیکھا کہ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ اے جبریل علیہ السلام تو اس نے جواب دیا کہ یہ آپ کی اُمت کے خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے در اپنے آپ کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب پڑھتے تھے کیا پس اتنی بھی ان کو سمجھ نہیں؟ اور اللہ جل شانہ نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (البقرة: ٤٤)

کیا لوگوں کو بھلائیوں کا حکم کرتے ہو؟ اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجود یہ کہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں۔''

مذکورہ حدیث (جو کہ اس آیت کی تفسیر نبوی تھی) اور اس آیت سے انتہائی ڈانٹ اور زجر ہے ان لوگوں کے لیے جو لوگوں کو نیکی کی رغبت دلاتے ہیں اور خود عمل سے کورے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان وکلام میں تاثیر نہیں اور ان کے بلند باگ خطبے غنا انگیز تقریریں، شعلہ نما لیکچر ومحاضرات لوگوں پر اثر نہیں کرتے۔ اس لیے کہ اس کا خود عمل نہیں ہوتا اور محنت ضائع ہو جاتی ہے کسی نے کیا خوب کہا تھا:

مَنْ وَعَظَ بِكَلَامِهِ ضَاعَ سِهَامُهُ
وَمَنْ وَعَظَ بِعَمَلِهِ نَفَذَ سِهَامُهُ

''جو شخص کلام سے وعظ کرتا ہے اس کا تیر ضائع ہو جاتا ہے اور جو شخص عمل سے

وعظ (تبلیغ) کرتا ہے اس کا تیر نافذ ہو جاتا ہے۔ (یعنی لوگوں میں اثر کرتا ہے)"
حتیٰ کہ جو عالم عمل نہیں کرتا اس کا علم بھی اس سے دور ہو جاتا ہے بقول علی رضی اللہ عنہ:

هَتَفُ الْعِلْمِ بِالْعَمَلِ
فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلْ

"علم عمل کو فون کرتا ہے اگر عمل آجائے تو ٹھیک وگرنہ علم بھی رُخصت ہو جاتا ہے۔"

اس لیے جو انسان تبلیغ کرے اس پر خود عمل کرنا حقیقت میں دعوت و تبلیغ کو چار چاند لگانا اور مطلوبہ دینی مقاصد کو پورا کرنے کی رسید حاصل کرنا ہے وگرنہ بصورت دیگر عذاب الٰہی کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عَلَى قَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ كُلَّمَا قُرِضَتْ وُفَّتْ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ خُطَبَاءُ أُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَيَقْرَءُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَعْمَلُوْنَ بِهِ.)) [1]

"میں معراج کی رات ایک ایسی قوم پر آیا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے جب بھی کاٹے جاتے پھر وہ ٹھیک ہو جاتے (ایسے ہی عمل رہتا) تو میں نے کہا اے جبریل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ تو اس نے کہا یہ آپ کی اُمت کے خطباء ہیں جو ایسی باتیں لوگوں کو بتلاتے ہیں جو خود نہیں کرتے اور قرآن مجید کو پڑھاتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے۔"

تو اس حدیث میں علماء و قراء و مدرسین ہر ایک کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ان کی محنتیں ثمر آور کیوں نہیں ہوتیں اس لیے کہ وہ داڑھی کا بچوں کو کیسے کہیں خود منافقت کرتا ہے اس کو کٹواتا ہے وہ لڑکوں کو طلباء کو کیسے ٹخنوں سے اوپر شلوار کرنے کو کہے خود اس کی عورتوں کی طرح زمین

[1] صحيح الجامع: ١٢٩.

پر ہوتی ہے اسی لیے ہلال بن اُمیہ نے کہا تھا:

((طَلَبُ الْعِلْمِ شَدِيدٌ وَحِفْظُهُ أَشَدُّ مِنْ طَلَبِهِ وَالْعَمَلُ بِهِ أَشَدُّ مِنْ حِفْظِهِ وَالسَّلَامَةُ مِنْهُ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَلِ بِهِ.)) ❶

''علم کو سیکھنا بہت مشکل ہے اور اس کا حفظ کرنا اس کی طلب سے بھی مشکل ہے اور ہر عمل اس کے حفظ سے بھی زیادہ سخت ہے اور اس کے وبال سے سلامتی اس کے عمل کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

اور زبید الیامی کہتے ہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک کلمہ نے مجھے بیس سال تک چپ کروائے رکھا وہ کلمہ یہ تھا:

((مَنْ كَانَ كَلَامُهُ لَا يُوَافِقُ فِعْلَهُ فَإِنَّمَا يُوَبِّخُ نَفْسَهُ.)) ❷

''جس کی کلام فعل کے موافق نہ ہو وہ اپنے آپ کو توبیخ کرتا ہے۔''

اسی لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا:

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَيْرَهُ ... هَلَّا لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيمُ

تَصِفُ الدَّوَاءَ لِذِي السِّقَامِ وَذِي الضَّنَا ... كَيْمَا يَصِحُّ بِهِ وَأَنْتَ سَقِيمُ

اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَإِنَّهَا عَنْ غَيِّهَا ... فَإِذَا انْتَهَتْ عَنْهُ فَأَنْتَ حَكِيمُ

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ ... عَارٌ عَلَيْكَ إِذَا فَعَلْتَ عَظِيمُ

''اے لوگوں کو سکھلانے والے! کیوں نہیں اپنے آپ کو سکھلاتا تو بیماری اور لاغری کی دواء تو بیان کرتا ہے وہ کیسے صحیح ہو جبکہ تم خود مریض ہو اس لیے اپنے آپ سے شروع کر اور اپنے نفس کو اس کی ضلالت سے روک جب تو نے اس کو روک لیا تو پھر تو حکیم (حکمت داں) بن جائے گا۔ ایسی بات سے نہ روک جو خود کرتے ہو اور اگر خود عمل نہ کرو اور لوگوں کو اس کی تلقین کرو تو یہ بہت بڑا گناہ ہے

❶ الجزاء من جنس العمل: ٢/٢٤٧.

❷ الجزاء من جنس العمل: ٢/٢٤٦.

(اس لیے خود بھی عمل کرو پھر اس کی لوگوں میں دعوت عام کرو)"

اس لیے میرے مسلمان بھائی! نیکی کا حکم تو دینا اور خود عمل نہ کرنا اسی طرح برائی سے روکنا لیکن خود برائیاں کرنا یہ جہاں دنیا میں ذلت و رسوائی و دعوتی میدان میں ناکامی کا سبب بنتا ہے وہاں یہ قیامت کے دن بھی عذاب الٰہی میں مبتلا کرے گا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

((يُجَاءُ الرَّجُلَ يَوْمَ الْقِيَامَةَ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فَيَدُوْرُ بِهَا فِي النَّارِ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرُحَاهُ فَيَطِيْفُ بِهِ أَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ يَا فُلَانُ مَا أَصَابَكَ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُوْلُ بَلٰى كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ.))[1]

"قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل پڑیں گی پھر جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے اسی طرح یہ اپنی انتڑیوں کے گرد گھومے گا۔ جہنمی اس پر عاطفت (رحم) کھائیں گے اور پوچھیں گے کہ اے فلان! تمھیں کیا ہوا کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے ہمیں نہیں روکتے تھے تو وہ کہے گا ہاں کیوں نہیں لیکن میں تم کو نیکی کا حکم کرتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور تمھیں برائی سے منع کرتا تھا اور خود برائی کرتا تھا۔"

اس لیے میرے محترم خطباء اور علماء وقراء بھائیو! اس کی طرف توجہ دینا ہمارا فرض ہے اور خصوصاً جو میدان دعوت میں کافی تجربہ بھی کر چکے ہیں اور ناکام رہے ہیں ان کے لیے خصوصاً لمحہ فکریہ ہے اس لیے آج ہی سے اللہ تعالیٰ سے توفیق کی دعا مانگیں پھر شاید موقع نہ مل سکے اور جوان کو تو بڑھاپے کی (غلط) اُمید ہوگی لیکن بوڑھے کو کسی کی اُمید نہیں ہوتی!

[1] صحيح الجامع: ٨٠٢٢، والصحيحة: ٢٩١، والبخاري: ٣٠٩٤، ومسلم: ٢٩٨٩

بقول شاعر:

قَالَ الشَّبَابُ لَعَلَّنَا فِیْ شَیْبِنَا
نَدْعُ الذُّنُوْبَ فَمَا یَقُوْلُ الْأَشْیَبُ

''جوان تو کہتے ہیں کہ ہم شاید بڑھاپے میں گناہوں کو چھوڑ دیں تو بوڑھا کیا کہتا اور کیا کہے گا؟''

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ساتھ خود بھی نیک کام کرنا اور برائی سے رُکنا یہی سلف صالحین کا میزہ تھا جس وجہ سے شاعر کا قول ان پر فٹ آتا ہے۔

قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِی النَّاسِ أَحْیَاءٌ

''کتنے ہی لوگ مر چکے ہیں لیکن وہ لوگوں میں (نیک اعمال کی وجہ سے) زندہ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں نیکی کا حکم کرنے اور خود بھی عمل کرنے اور برائی سے روکنے اور خود بھی اس سے رُکنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

۳۔ زبان کا صحیح استعمال:

تبلیغ قرآن کے ہدف کو پانے کے لیے ضرورت یہ ہے کہ دعوتی میدان ہو یا تدریسی کسی بھی میدان میں اس مشن کا حامل اپنی زبان کا استعمال صحیح کرے جس کی چند اہم جزئیات درج ذیل ہیں:

❀ کلام کی وضاحت:

یعنی توحید و سنت پر بحث کرتے ہوئے کلام کو واضح کرے تا کہ حجت قائم ہو اور لوگوں پر اثر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا طریقہ کار تھا کہ وہ کلام ٹھہر کر اور اچھی طرح کرتے جیسا کہ روایت کے لفظ ہیں:

((کَانَ کَلَامُهُ کَلَامًا فَصْلًا یَفْهِمُهُ کُلُّ مَنْ سَمِعَهُ۔))[1]

[1] صحیح الجامع: ٤٨٢٦، و الصحیحة: ٢٠٩٧

''آپ ﷺ کی کلام فصل (واضح) ہوتی تھی جو بھی سنتا اس کو سمجھتا تھا''

اور جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ فِيْ كَلَامِهٖ تَرْتِيْلٌ أَوْ تَرْسِيْلٌ .)) ❶

''آپ ﷺ کی کلام میں ٹھہراؤ یا (درستگی سے بولنا) آہستگی تھی۔''

اور انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا أَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا .)) ❷

''آپ ﷺ جب کوئی بات کرتے تو تین مرتبہ اسے دہراتے حتیٰ کہ سمجھ لی جاتی اور جب کسی قوم پر آتے تو سلام کرتے تو تین مرتبہ۔''

تو خطباء کے لیے اور علماء کے لیے یہاں لمحہ فکریہ ہے کہ تقریر و خطبہ سے مقصود تو دین کی سمجھ ہے لیکن اگر جذبات کی گاڑی پر سوار ہو کر لوگوں کے ساتھ مشکل اور تیز زبان بولی تو مقصود فوت ہو جائے گا بلکہ ایک غلط مقصود سامنے آئے گا کہ جناب والا اپنا آپ دکھلانا چاہتے ہیں لیکن جب کسی تحریکی تقابل کا موقع آئے تو اپنے منہج و نصب العین کو شد و مد اور جارحیت کے ساتھ بیان کرنے میں ممانعت نہیں لیکن یہ ہر وقت بھی نہیں۔

❀ زبان میں نرمی:

زبان کی نرمی ایک اہم محرک ہے جو سامع کے جذبات کو کنڈی کے ساتھ مچھلی کو کھینچنے کے مترادف ہے چنانچہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا تھا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور

---

❶ صحیح الجامع: ۴۸۲۳ والمشکاۃ: ۵۸۲۷.

❷ صحیح الجامع: ۴۶۹۴.

سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔"

تو اس آیت کریمہ میں تبلیغ قرآن کے داعی کے لیے ایک واضح منہج ہے کہ وہ دعوت میں زبان کو کھردری اور ترش اور سخت نہ کرے بلکہ ہر شرک و بدعت کی بیخ کنی ضرور کرے۔ اس کی جڑیں ضرور اکھاڑے لیکن نرمی کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَالا يُعْطِي عَلَى الْعُنُفِ .)) ❶

"اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی کے ساتھ وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی کے ساتھ نہیں دیتے۔"

اور یہ بھی فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيَرْضَاهُ وَيُعِينُ عَلَيْهِ مَالا يُعِينُ عَلَى الْعُنُفِ .)) ❷

"اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور اس سے راضی ہوتے ہیں اور نرمی پر مدد کرتے جو سختی پر نہیں کرتے۔"

اور یہ بھی فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ .)) ❸

"اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتے ہیں۔"

کیونکہ جس کام میں نرمی آجائے اسے وہ مزین کر دیتی ہے اور جس میں سختی آجائے اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔ ❹ اس لیے داعی کے لیے خصوصی طور پر زبان کی نرمی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ وہ مبلغ ہے تکلیف پہنچانے والا تو نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

---

❶ صحيح الجامع: ١٧٧١.
❷ صحيح الجامع: ١٧٧٠
❸ صحيح الجامع: ١٨٨١
❹ أبو داود: ٤٧٩٨.

((إِنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَنِی مُبَلِّغًا وَلَمْ يُرْسِلْنِی مُتَعَنِّتًا)) ❶

''اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ بنا کر بھیجا ہے تکلیف دینے والا بنا کر نہیں بھیجا۔''

اور یہ بھی فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِی مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِی مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا.)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے مجھے شدید اور تکلیف دینے والا نہیں بھیجا بلکہ ایک معلم اور آسانی کرنے والا بھیجا ہے۔''

تو داعی جب نرمی کو چھوڑتا ہے تو پھر سختی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں پر غلط فتوے لگاتا ہے ان کو کافر گردانتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَيْهِ.)) ❸

''جو آدمی اپنے بھائی کو کافر کہے تو اس بات کے ساتھ ان دونوں میں ایک لوٹے گا۔ اگر تو وہ کافر ہوا (تو درست ہے) وگرنہ کہنے والے کی طرف ہی یہ بات لوٹے گی۔''

تو دیکھیں کوئی مسلمان شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو کافر کہا جائے تو وہ اپنے بھائی کے لیے کیسے پسند کرتا ہے؟ اور آدمی کا ایمان ہی اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ.)) ❹

---

❶ صحيح الجامع: ١٧١٥ والصحيحة: ١٥١٦.

❷ صحيح الجامع: ١٨٠٦.

❸ صحيح الجامع: ٢٦٩٨ ومسلم: ١١١ والبخاري: ٦١٠٤ والترمذي: ٢٦٣٧، أحمد: ٢/ ٢٣

❹ مسلم: ١٦٨ والبخاري: ١٣ والترمذي: ٢٥١٥ والنسائي: ٥٠٣٢، ٥٠٥٤ وابن ماجه: ٦٦

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز نہ پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔''

تو اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کافر نہیں کہلواتا تو کسی کو معین کافر کیوں کہتا ہے اگر خود کو ملعون کہلاتا نہیں تو کسی کو کیوں کہتا ہے اور مومن تو لعنت کسی پر کرتا ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا .)) ❶

''مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔''

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) ❷

''قیامت کے دن لعنت کرنے والے نہ کسی کے سفارشی بن سکیں گے نہ گواہ۔''

اس لیے جن لوگوں کے بارے یقینی علم نہ ہو کہ وہ کافر ہی مرے ہیں، ان کا خاتمہ کفر پر ہی ہوا، ان پر لعنت کرنا جائز نہیں اگر پتہ ہو یقینی طور پر تو پھر جائز ہے لیکن اس کے علاوہ کسی سے بڑے سے بڑا گناہ ہو جائے تو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ مرنے سے پہلے اس نے پکی توبہ (توبہ نصوحہ) کر لی ہو جس کا ہمیں علم نہیں البتہ جن بعض معاصی پر لعنت کا لفظ آیا ہے ان کے مرتکبین کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لعنت والے کام کر رہے ہیں اور اگر اُنھوں نے ان گناہوں سے توبہ نہ کی تو بارگاہ الٰہی میں ملعون قرار پا سکتے ہیں۔ اس لیے جب داعی زبان میں نرمی کو دور کر دیتا ہے تو پھر یہ بھی کہنے سے باز نہیں آتا کہ فلاں جہنمی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ قَالَ اللّٰهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ؟ فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ

❶ صحیح الجامع: ۷۷۷٤.

❷ صحیح الجامع: ۷۷۷۳.

وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ .)) ❶

''ایک آدمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ! فلاں کو اللہ نہیں بخشیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا ؟ بے شک میں نے اس کو (فلاں کو) بخش دیا ہے اور تیرے اعمال ضائع کر دیے ہیں۔''

اور آپ ﷺ نے اس سے بڑھ کر بھی بیان کیا ہے:

((كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ مُتَوَاخِيَانِ وَكَانَ أَحَدُهُمَا مُذْنِبًا وَالْآخَرُ مُجْتَهِدًا فِي الْعِبَادَةِ وَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ فَيَقُوْلُ أَقْصِرْ فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ فَقَالَ لَهُ أَقْصِرْ فَقَالَ: خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقُبِضَ رُوْحُهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَقَالَ لِهٰذَا الْمُجْتَهِدِ أَكُنْتَ بِيْ عَالِمًا؟ أَوْ كُنْتَ عَلٰى مَا فِيْ يَدِيْ قَادِرًا؟ وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ وَقَالَ لِلْآخَرِ اذْهَبُوْا بِهِ إِلَى النَّارِ .))❷

''بنی اسرائیل میں دو آدمی بھائی بھائی تھے ان میں سے ایک گنہگار تھا اور دوسرا عبادت گزار تھا تو عبادت گزار اس کو ہمیشہ گناہ پر دیکھتا اور کہتا باز آجا (آخر) ایک دن ایک گناہ کرتے ہوئے اس کو پایا اور کہا رُک جا (باز آجا) تو گنہگار کہنے لگا کہ مجھے اور میرے رب کو چھوڑ دے، کیا تو مجھ پر داروغہ بن کر بھیجا گیا ہے تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ! اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہیں کرے گا یا تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ پھر دونوں کی روحیں قبض کی گئیں تو وہ دونوں رب العالمین کے پاس جمع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس عبادت گزار کو فرمایا کہ تم مجھے

❶ صحيح الجامع: ٢٠٧٥ والصحيحة: ١٦٨٥ و مختصر مسلم: ١٧٨٨.

❷ صحيح الجامع: ٤٤٥٥ والمشكاة: ٢٣٤٧.

جانتے ہو؟ (یعنی میرے فیصلوں کو جانتے ہو) یا جو میرے ہاتھ میں اس پر قادر ہو؟ اور گنہگار کو فرمایا کہ جا میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے کو کہا کہ اس کو آگ میں لے جاؤ۔"

اس لیے میرے بھائی! فتوے بازی سے باز آنا اپنے آپ کو جہنم سے بچانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ.)) [1]

"جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔"

اور فرمایا:

((مَنْ أُفْتِيَ بِفُتْيَا غَيْرِ ثَبَتَ فَإِنَّمَا عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ.)) [2]

"جس نے ایسا فتویٰ دیا جو ثابت ہی نہیں (قرآن وسنت میں) تو اس کا گناہ مفتی پر ہے۔"

اس لیے فتوے لگانے کی بجائے اس کو سمجھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ.)) [3]

"مومن مومن کا شیشہ ہوتا ہے۔"

اس لیے بسا اوقات خود میں غلطی زیادہ ہوتی ہے وہ نظر نہیں آتی اور دوسرے کی معمولی سی بھی نظر آجاتی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

((يَبْصُرُ أَحَدُكُمُ الْقَذَى فِي عَيْنِ أَخِيهِ وَيَنْسَى الْجَذْعَ فِي عَيْنِهِ.)) [4]

"تم کو اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا بھی دکھائی دیتا ہے اور اپنی آنکھ میں شہتیر بھی

---

[1] صحيح الجامع: ٦٠٦٨. [2] صحيح الجامع: ٦٠٦٩.

[3] صحيح الجامع: ٦٦٥٥ والصحيحة: ٩٢٦.

[4] صحيح الجامع: ٨٠١٣، والصحيحة: ٣٣.

نظر نہیں آتا۔"

اس لیے مومن کو اپنے ساتھ ملانا چاہیے تاکہ مومنوں کی قوت بڑھے کیونکہ فرمان نبوی ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا .)) ❶

"مومن مومن کے لیے دیوار کی طرح ہے جس طرح دیوار کا بعض حصہ بعض کو تقویت دیتا ہے۔" (اسی طرح مومن مومن کو بھی قوی کرتا ہے)

اے میرے بھائی! جب داعی زبان کی نرمی کو چھوڑتا ہے تو اس کی قساوت و جفاوت کی تلوار سے بڑے اور علماء بھی محفوظ نہیں رہتے وہ پھر اپنی اس آگ کو بڑوں کی عزتوں کو پامال کرنے کے لیے برساتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفُ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا .)) ❷

"جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کا حق نہ پہچانے تو وہ ہم میں سے نہیں۔"

اور یہ بھی فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّهُ .)) ❸

"جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور نہ چھوٹے پر رحم کرے اور نہ ہمارے عالم کا حق پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔"

اور ایک تیسری روایت میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ شَرْفَ كَبِيْرِنَا .)) ❹

---

❶ صحيح الجامع: ٦٦٥٤ ومسلم: ١٧٧٣.

❷ صحيح الجامع: ٦٥٤٠، وصحيح الترغيب: ٩٨.

❸ صحيح الجامع: ٥٤٤٣.

❹ صحيح الجامع: ٥٤٤٤، وصحيح الترغيب: ٩٨.

”جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور نہ ہی ہمارے بڑے کا شرف پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔“

اور ایک چوتھی روایت میں فرماتے ہیں:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا .)) ❶

”جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔“

اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((اَلْبَرَكَةُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ .)) ❷

”برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔“

عبداللہ بن سہل خیبر کی کھجوروں میں قتل ہو گئے تو ان کے ساتھ محیصہ بن مسعود اور حویصہ بن مسعود اور عبدالرحمٰن بن سہل اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس آئے تو عبدالرحمٰن جو سب سے چھوٹے تھے اس قتیل کے معاملہ میں بات کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((كَبِّرْ كَبِّرْ .)) ❸

”بڑا بات کرے، بڑا بات کرے۔“

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْكُبْرَ الْكُبْرَ)) ❹

”بڑا بات کرے، بڑے کو بات کرنے دو۔“

تو میرے محترم بھائی ان تمام روایات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ بڑوں کا احترام

---

❶ صحيح الجامع: ٥٤٤٥، والصحيحة: ٢١٩٦.

❷ صحيح الجامع: ٢٨٨٤ والصحيحة: ١٧٧٨.

❸ صحيح الجامع: ٤٤٧١ والبخاري: ٦١٤٣، ٣١٧٣، ٦٨٩٨، ٧١٩٢، والإرواء: ١٦٤٦.

❹ صحيح الجامع: ٤٦٠٧ والنسائي: ٤٧٠٢٨.

ضرور کرے اگر چہ وہ حق بات کرنا چاہتا ہے تو احترام کو ملحوظ خاطر رکھ کر کیونکہ مقصود تو اصلاح ہے نہ کہ فساد ہے اور کسی بھی کام میں جب اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو اس کو کشمکش کا شکار ہونے سے بچانا انتہائی فراست کی علامت ہے اس لیے اگر اس کے جذبات اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھے ہیں تو پہلے اپنے نفس کو کنٹرول کرے پھر کسی کو قائل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو فرمایا:

((اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي اللّٰهِ .))[1]

''مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

اسے برائی اور بدتمیزی اور ہر غلط سوچ و فکر اور قول و فعل سے بچائے اس لیے داعی کو مجاہد بننا چاہیے جو اپنے نفس سے جہاد کرتا ہو امیدان کا رزار میں اُترے اور دشمن اسلام کو ناکوں چنے چبوادے۔ اس لیے بدتمیزی سے بچ کر احترام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اس لیے بھی ضروری ہے کہ جس کو آپ برا کہہ رہے ہیں ممکن ہے کہ کل کو وہ صحیح ہو جائے جو آج تمھارا دشمن ہے وہ کل کو بہترین ساتھی اور ہم نشین بن جائے۔ اسی لیے شاعر کہتا ہے کہ اپنے ساتھی پر اتنا اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ کل کو وہ بھی دشمن بن سکتا ہے جس طرح دشمن ساتھی بن سکتا ہے۔

لَا تُظْهِرَنَّ مُوَدَّةً لِحَبِيْبٍ
فَتَرَى بِعَيْنِكَ مِنْهُ كُلَّ عَجِيْبٍ
أَظْهَرْتُ يَوْمًا لِلْحَبِيْبِ مُوَدَّتِيْ
فَأَخَذْتُ مِنْ هِجْرَانِهِ بِنَصِيْبٍ

''اپنے دوست کے لیے بھی اتنی محبت ظاہر نہ کریں عنقریب تو اس سے بھی عجیب چیزیں دیکھے گا میں نے اپنے حبیب کو اپنی محبت کو بتلایا تو مجھے اس کی ناراضگی کا حصہ لینا پڑا۔''

اس لیے دشمن سے ایک مرتبہ ڈریں تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈرنا چاہیے بقول شاعر:

[1] صحيح الجامع: ٦٦٧٩ والصحيحة: ٥٤٩.

اِحْذَرْ عَدُوَّكَ مَرَّةً وَاحْذَرْ صِدِّيْقَكَ أَلْفَ مَرَّةٍ
فَلَرُبَّمَا اِنْقَلَبَ الصِّدِّيْقُ فَكَانَ أَدْرٰى بِالْمُضِرَّةِ

''اپنے دشمن سے ایک مرتبہ ڈر (بچ) اور اپنے دوست سے ہزار مرتبہ بچ۔
بسا اوقات دوست بدل جائے تو تکلیف دینے میں زیادہ ہوگا۔''

(کیونکہ وہ ساری کمزوریاں جانتا ہوتا ہے) اس لیے جو بھی کام ہو اس کو چھپا کر کریں یہ نہ ہو کہ ایک دن محبت اور اسلامی اخوت کے نعرے اور دوسرے دن عداوت و بغض کے جلسے۔ چنانچہ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((اِسْتَعِيْنُوْا عَلٰى قَضَاءِ أُمُوْرِكُمْ بِالْكِتْمَانِ .)) [1]

''اپنے اُمور کو کرنے میں چھپا کر مدد طلب کرو۔''

یعنی اسلامی طور پر محبت کا اظہار کرو لیکن اتنا ظہور نہ کرو کہ اگلا شخص تمھیں اپنا محتاج سمجھنے لگ جائے۔ اور یہی توازن ہے بلکہ یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے اور مجھے اس کے شر سے بچائے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اعتدال و توازن جب کسی چیز میں آجائیں تو وہ چیز فساد کا شکار نہیں ہوتی۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زبان میں نرمی پیدا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

❀ زبان کی مٹھاس (شیرینی):

زبان کے صحیح استعمال میں جہاں کلام کی وضاحت اور نرمی ہے اسی طرح زبان کی نرمی کا اعلیٰ اور آخری درجہ زبان کا حسن خلق کا زیور پہننا اور میٹھی ہونا ہے اور زبان کا میٹھا ہونا بہت بڑی خیر و بھلائی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس بابت فرماتے ہیں:

((إِنَّ النَّاسَ لَمْ يُعْطَوْا شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ خُلُقٍ حَسَنٍ .)) [2]

---

[1] ابن حبان فی روضة العقلاء والنهمی فی تاريخ جرجان : ١٨٢.

[2] صحيح الجامع: ١٩٧٧ والمشكلة : ٥٠٧٩ وتحفة الأخيار نحوه : ٥١٨٣ وأدب المفرد نحوه: ٢٩١.

''لوگ اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی بھی چیز نہیں دیے گئے (یعنی سب سے اچھی چیز جو لوگوں کو ملتی ہے وہ اچھا اخلاق ہے)۔''

اچھا اخلاق دو پیمانوں پر تولہ جاتا ہے۔ایک اس کی زبان اچھی ہو یعنی گفتگو اور کلام میں سلیقہ ہو اور پھر صاحب گفتگو میں منجھاپن ہو وہ لایعنی حرکات کا مرتکب نہ ہو بلکہ اس کا چلنا پھرنا ازخود اخلاق، کردار، اچھی عادات کا مرقع ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کل کائنات سے بہتر اخلاق کا مالک اپنے پیارے نبی ﷺ کو گردانا اور فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم: ۴)

''بے شک آپ (ﷺ) بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں۔''

اگر اخلاق کی پاسداری نہ کی جائے تو بسا اوقات انسان ایسی غلط بات کر دیتا ہے کہ جہنم میں جا گرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّ الرَّجُلَ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرَىٰ بِهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا سَبْعِينَ خَرِيفًا فِي النَّارِ .)) ❶

''آدمی بسا اوقات لاپرواہی سے ایسی بات کرتا ہے کہ اس کے سبب وہ جہنم میں ۷۰ سال کی مسافت میں جا گرتا ہے۔''

اسی لیے فرمایا کہ:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَإِذَا شَهِدَ أَمْرًا فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ أَوْ لِيَسْكُتْ .)) ❷

''جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ جب کوئی کام دیکھے تو وہ یا تو اچھی کلام کرے یا پھر خاموش رہے۔''

اور فرمایا:

---

❶ صحيح الجامع: ١٦١٨، والصحيحة: ٥٤٠.

❷ صحيح الجامع: ٦٥٠٠ ومختصر مسلم: ٨٤٤.

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلٰى جَارِهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ.)) [1]

''جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ یا اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

تو اسی حسن خلق کے پیمانہ (اچھی گفتگو اچھی کلام) کے بارے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّ أَكْمَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَإِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ دَرَجَةَ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ.)) [2]

''مومنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا خلق اچھا ہے اور حسن خلق کے ساتھ انسان نماز وروزے کے درجے کو پہنچ جاتا ہے۔''

اور یہ بھی فرمایا:

((اَلرَّجُلُ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَاتَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ.)) [3]

''آدمی اپنے حسن خلق کی وجہ سے رات کے قیام کرنے والے اور دن کو روزے رکھنے والے کے درجات کو پہنچ سکتا ہے۔''

اور فرمایا:

---

[1] صحيح الجامع: ٦٥٠١، ومختصر صحيح مسلم: ٣٢.

[2] صحيح الجامع: ١٥٧٨، والصحيحة: ١٥٩٠ وتحفة الأخيار: ٥١٩٢،٥١٩٣.

[3] صحيح الجامع: ١٦٢٠،١٦٢١ والصحيحة: ٧٩٥ وتحفة الأخيار: ٥١٨٩.

((إِنَّ مِنْ أَقْرَبِكُمْ مِنِّىْ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلاقًا فِي الدُّنْيَا.)) ❶

''تم میں سے قیامت کے دن منزلت کے اعتبار سے میرے قریب وہ ہوگا جو تم میں سے دنیا میں خلق کے اعتبار سے اچھا ہوگا۔''

اور فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّىْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلاقًا.)) ❷

''قیامت کے دن تم میں سے زیادہ پسندیدہ اور مجھ سے قریب مجلس کے اعتبار سے وہ ہوگا جو تم میں سے اخلاق میں اچھا ہوگا۔''

اور فرمایا:

((لَيْسَ شَيْءٌ أَثْقَلَ فِي الْمِيْزَانِ مِنَ الْخُلُقِ الْحَسَنِ.)) ❸

''حسن خلق سے بڑھ کر کوئی بھی چیز میزان (حسنات) میں بھاری نہیں ہوگی۔''

اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والی کون سی چیز ہے تو فرمایا:

((بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَبِتَقْوَى اللّٰهِ.)) ❹

''حسن خلق اور اللہ تعالیٰ کا خوف۔''

اور فرمایا:

((أَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا وَبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا

---

❶ صحيح الجامع: ١٥٧٣ والصحيحة: ٧٩٢.

❷ صحيح الجامع: ٢٢٠١ والصحيحة: ٧٩١.

❸ صحيح الجامع: ٥٣٩٠ والصحيحة: ٨٧٦ وتحفة الأخيار: ٥١٨٨ والترمذى: ٢٠٠٢، ٢٠٠٣.

❹ تحفة الأخيار: ٥١٩١ وابن ماجه: ٤٢٦٥ والترمذى: ٢٠٠٤ وابن حبان: ٤٧٦ وأحمد: ٢/٢٩١.

وَبَيْتٍ فِيْ أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ .))❶

''میں اس شخص کو گارنٹی دیتا ہوں جنت کے چبوترے پر گھر کی جو سچا ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اور اس شخص کو جنت کے وسط (درمیان) میں گھر کی جو مزاح کرتے ہوئے بھی جھوٹ کو چھوڑ دے اور اس شخص کو جنت کی اوپر والی منزلوں میں گھر کی جو اپنے خلق کو اچھا کر لے۔''

کتنا ہی عظیم اجر ہے اس کا لیکن افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمان اس کو چھوڑ چکے ہیں عوام تو ہوتے ہی ہوام (نابلد، چوپائیوں کی طرح) ہیں علماء وفضلاء اس اجر عظیم اور نعمت عظیمہ سے محروم ہو چکے ہیں کتنے ہی علماء ومشائخ اپنے بدخلق ہونے کی وجہ سے جو ان کے پاس علوم ہیں لوگوں کو محروم کرتے ہیں (لوگ ان کے پاس نہیں آتے) حتیٰ کہ بعض تو سلام بھی صحیح نہیں لیتے اور یہ مشاہداتی بات ہے کہ کتنے ہی علم ومعرفت کے پیاسے مشائخ (حتیٰ کہ بعض ائمہ حرمین) کے ساتھ خوشی اور جذبات کی افتاد کے ساتھ ملاقات وسلام کی غرض سے گئے اور آخر جو عزت سینے میں لے کر گئے وہ نکال کر بغض اور نفرت بھر کر لائے۔ اس لیے میری تمام مسلمانوں کو عموماً اور علماء ومشائخ کو خصوصاً بڑی محبت واحترام سے گزارش ہے کہ وہ حسن خلق کو اپنائیں اور اپنے آئیڈیل محمد رسول اللہ ﷺ کو بنائیں جو کُل کائنات سے بڑے عہدے پر تھے، بڑی عزت والے تھے لیکن ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو بھی خندۂ پیشانی سے پیش آتے۔ وہ لوگوں کو بہانوں سے ٹالتے نہیں تھے۔ نہ ہی کسی کو کمتر سمجھتے تھے اور نہ ہی بچوں اور بیویوں کو سکھلاتے تھے کہ کوئی آئے تو کہنا گھر میں نہیں ہیں بلکہ جو جب بھی آیا اپنا ایمان تازہ کر کے بڑھا کر گیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ .))❷

''میں تو نیک اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

---

❶ صحيح الجامع: ١٤٦٤ والصحيحة: ٢٧٣.

❷ صحيح الجامع: ٢٨٣٣ والصحيحة: ٨٠٩ وتحفة الأخيار: ٥١٩٤.

تو علماء ہوتے ہوئے خصوصاً اور اُمت محمدی ہوتے ہوئے عموماً ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان کو قدوہ بنائیں تاکہ نعمت اسلام زیادہ پھل پھول سکے''......اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطاء فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

حسن خلق کے پیمانے کا دوسرا جزو لاینفک انسان کا منجھا پن ہوتا ہے کہ وہ گندی حرکات، غلط لباس و مزاق سے بچے بلکہ جس طرح اس نے زبان کو حسن خلق کا لباس پہنایا ہے اسی طرح اپنی عادات و لباس کو، طریق معاملات کو بھی حسن خلق کا لبادہ اوڑھائے، نہ کہ اپنے آپ کو زاہد اور ولی باور کروانے کے لیے گندے اور پھٹے پرانے لباس پہننا اور ہر وقت منہ بسورے رکھے بلکہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کو نعمت دی ہے اس کا زبان اور فعل دونوں سے شکر ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يَّرٰى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهِ .)) ❶

''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھیں۔''

اور یہ بھی فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَنْعَمَ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً أَحَبَّ أَنْ تَرٰى عَلَيْهِ .))❷

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جب انعام کرتے ہیں تو وہ پسند کرتے ہیں کہ یہ نعمت اس پر دیکھی جائے۔''

اور فرمایا:

((إِذَا أَتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهِ .))❸

---

❶ الترمذی: ۲۸۱۹،الحاکم: ۱۳۵/٤.

❷ النسائی: ٥۲۳۸،٥۸۳۹، والترمذی: ۲۰۰٦ وأحمد: ٤۷۳/۳، وأبوداؤد: ٤۰٦۳، والحاکم: ۱٤۱/٤.

❸ صحیح الجامع: ۲٥٤ والروض النضیر: ۸٥۲ وغایة المرام: ۷٥ والمشکاة: ٤۳٥۲.

”جب اللہ تعالیٰ تیرے پاس مال لے آئے پس اللہ تعالیٰ کی نعمت وکرامت تجھ پر نظر آنی چاہیے۔“

اور فرمایا:

((إِذَا أَتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ عَلَيْكَ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرٰى أَثَرَهٗ عَلٰى عَبْدِهٖ حَسَنًا وَلَا يُحِبُّ الْبُؤْسَ التَّبَاؤُسَ .))❶

”جب اللہ تعالیٰ تیرے پاس مال لے آئیں (مال دے دیں) تو تجھ پر نظر آنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا اچھا اثر اپنے بندے پر دیکھنا چاہتے ہیں اور مفلس (بہت حاجت مندی کو ظاہر کرنا) اور مفلسی کو بہانہ کرنے (تکلف کے ساتھ مفلس بننے) کو پسند نہیں فرماتے۔“

تو مذکورہ احادیث مبارکہ ان علماء وقراء کے لیے لمحہ فکریہ ہیں جو نہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو اپنی جان پر ہی خرچ کرتے ہیں بلکہ زہد کو ظاہر کرنے اور روپے بٹورنے کے لیے ایسی مسکینی والی شخصیت بنا کر لوگوں کے پاس جاتے ہیں کہ لوگ خود ہی ترس کھانے لگتے ہیں جس سے ایک تو اس داعی، عالم کی شخصیت لوگوں کے ہاں گر جاتی ہے وہ اس کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے۔ دوسرا اسلام کی اصلیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور یہ کوئی زندگی ہے کہ نہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے نہ اپنی ہی جان پر اور بچوں پر بلکہ یہ تو شرمندگی ہی شرمندگی ہے۔ مال کا نہ ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے لیکن ہو پھر اسے جوڑا جائے اور اپنی جان پر بھی خرچ نہ کیا جائے تو اس سے بڑھ کر کون بدقسمت و بدبخت ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لیکن وہ وارثوں کے لیے جوڑے جا رہا ہے اسی قسم کے لوگوں کے لیے فرمان نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ أَوْ

---

❶ صحيح الجامع: ٢٥٥ والصحيحة: ١٢٩٠، ١٣٢٠، وغاية المرام: ٧٦.

عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا .)) ❶

"بے شک دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جو اس کی وصیت کرے یا عالم یا متعلم (طالب علم)۔"

اس لیے دنیا کو جوڑنے کا اور زمینیں (جو اللہ تعالیٰ کی ہیں) اپنے نام کرانے سے بچو اور زمینوں کی محبت کو چھوڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَا تَتَّخِذُوْا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا .)) ❷

"جائداد کو نہ (طلب کرو) لو۔ وگرنہ تم دنیا میں راغب ہو جاؤ گے۔"

اور دنیا میں راغب ہونا ہی ملعون بن جانا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اگر دیا ہے تو حلال کاموں میں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں، مجاہدین وفقراء و مساکین پر اور اپنے اوپر اور گھر والوں پر خرچ کرو اور یہ سارے کا سارا صدقہ لکھا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو اپنا آئیڈیل بناؤ جو سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کرتے تھے لیکن ایک جبہ رکھا ہوا تھا وفود کی ملاقات کے لیے تاکہ اسلام کی عظمت واضح ہو، اور تمیم داری نے ایک ہزار کا حلہ (خلعت فاخرہ) لیا جو پہن کر تراویح پڑھاتے تھے۔ ❸ اس لیے نیت کو خالص کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کیا کرو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اسلام کی عظمت ہے۔ بقول شاعر:

حَسِّنْ ثِيَابَكَ مَا اسْتَطَعْتَ فَإِنَّهَا ... زَيْنُ الرِّجَالِ بِهَا تُعَزُّ وَتُكْرَمُ
وَدَعِ التَّوَاضُعَ فِي الثِّيَابِ تَخَشُّنًا ... فَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّ وَ تَكْتُمُ
فَرَثَاثُ ثَوْبِكَ لَا يَزِيْدُكَ رِفْعَةً ... عِنْدَ الْإِلٰهِ وَأَنْتَ عَبْدٌ مُجْرِمُ
وَجَدِيْدُ ثَوْبِكَ لَا يَضُرُّكَ بَعْدَكَ أَنْ ... تَخْشَى الْإِلٰهَ وَتَتَّقِي مَا يَحْرُمُ

"لباس کو جتنا ہو سکے اتنا ہی اچھا کرو (مراد نیا لباس نہیں اگر پرانا بھی ہو تو اس کو نظافت وصفائی سے رکھا جائے) کیونکہ یہ چیز مردوں کے لیے زینت ہے اور اسی

❶ صحيح الجامع: ١٦٠٩، وصحيح الترغيب: ٧١.
❷ صحيح الجامع: ٧٢١٤ والصحيحة: ١٢.
❸ صيد الخاطر: ٦٠.

کے ساتھ عزت و تکریم کی جاتی ہے، اور موٹا (سخت) کھر درا لباس پہن کر تواضع لانا چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو تم دل میں چھپاتے ہو خوب جانتے ہیں۔ کپڑوں کا گندا ہونا (گھٹیا، ناکارہ ہونا) تمھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں بلندی میں زیادہ نہیں کر سکتا اگر تو بندہ ہی مجرم (گنہگار ہو) اور نئے کپڑے اللہ سے ڈرنے کے ساتھ اور حرام چیزوں سے بچنے کے ساتھ تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔''

الغرض اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زمانے میں پہلے شخص بے داغ اور بااعتماد بنایا تھا، پھر دعوت دی تھی اس لیے تبلیغ قرآن میں داعی کا زبان و لباس کے حسن کا ہونا ضروری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کو احسن انداز میں نبھانے کی توفیق دے۔ آمین

واللہ أعلم وعلمه أتم، وإسناد العلم إليه أسلم

الخلاصة والخاتمة

اللہ رب العالمین کا لاتعداد اور لامتناہی شکر ہے کہ جس نے مجھے توفیق دی کہ میں اس کتابچہ کو مکمل کر سکا اور اب انھیں سے فقیرانہ وعاجزانہ التجا ہے کہ اس کوشش کو قبول فرما کر مقبولِ انام بنائیں۔ (آمین) چنانچہ گذشتہ گفتگو کا خلاصہ مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

❀ ہر شخص اپنے حقوق کا رونا روتا ہے لیکن وہ قرآن مجید کے حقوق خود ادا کرنے سے بھاگتا ہے۔ جو اس کے تخلف و پریشانی اور تنزل کا اصل سبب ہے۔

❀ قرآن مجید کا لغوی معنی کسی چیز کو جمع کرنا اور ملانا ہے چنانچہ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو پورے عالم اسلام کو ایک اسٹیج پر جمع کر سکتی اور ملا سکتی ہے اور تمام مشکلات کا حل پیش کر سکتی ہے لیکن کاش مسلمان اس کو سینے سے لگالیں۔

❀ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام ہے جو جبریل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا جس کی ابتداء فاتحہ سے ہوتی ہے اور انتہاء سورۃ الناس پر ہوتی ہے جو مصاحف میں لکھی گئی اور اس کی تلاوت باعث اجر وثواب ہے۔

❀ قرآن مجید اللہ کی طرف سے ایک رسی ہے اور منبع نور ہدایت اور مصدر اسلام ہے۔

❀ قرآن مجید کی تلاوت جہاں باعث اجر وثواب ہے وہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی دلیل ہے اور اس پر عمل بلندی اور اس سے انحراف تنزل کا باعث ہے۔

❀ قرآن مجید زمین میں عزت کا باعث اور بہترین سفارشی اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور تاج کرامت کا موجب اور قابل رشک نعمت اور اس کا پڑھنے والا پوری کائنات سے افضل ہے۔

❀ قرآن مجید کی بدولت اس کا قاری قیامت کو فرشتوں کی صف میں کھڑا ہوگا اور عجیب و غریب اعزاز وشرف سے نوازا جائے گا اس لیے اس کی تعظیم واحترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی علامت ہے۔

❀ قرآن مجید کا حق ہے کہ ہم اسے اس یقین کے ساتھ تسلیم کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نبی کریم ﷺ پر ہماری رشد وہدایت کے لیے اترا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی کلام ہے اور نہ ہی سابقہ کتب کا اقتباس ہے جیسا کہ ملحدین ومستشرقین کا نظریہ ہے۔

❀ قرآن مجید کو یکبارگی نہ اُتارنے کی اصل وجہ یہی تھی کہ یہ دل میں گھر کر جائے آج بھی اگر قاری آہستہ آہستہ پڑھے تو اس کو نہیں بھولتا۔

❀ قرآن مجید سات حروف میں (قراءت عشرہ) میں نازل ہوا اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو سیکھا اور نمازوں میں بھی پڑھا اور اس کا نزول (سات حروف میں) باعث رحمت اور آسانی بن کر آیا جس کو آج فتنہ کہہ کر انکار کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر سراسر اعتراض کیا جاتا ہے حالانکہ اسی نے اتارا اور وہ ہی محافظ ہے اس لیے اس میں کمی وبیشی کا سوال متصور ہی نہیں ہوسکتا۔

❀ قرآن مجید سات حروف میں اترا تھا جس کو بعد میں قراءت عشرہ کا اصطلاحی نام دے کر ایک باقاعدہ علم بنا دیا گیا یہ (حروف) باقاعدہ ۱۲ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے مصاحف میں لکھے گئے اور پوری اُمت کا اس پر اجماع بھی ہے کہ یہ منزل من اللہ ہیں نہ کہ بعد میں شامل شدہ چیز ہے جیسا کہ مستشرقین اور ان کے ہمنوا کہتے ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کو مطعون کرتے ہیں۔

❀ قرآن مجید کا حق یہ ہے کہ اس کو ترتیل سے پڑھا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اس کو ترتیل سے پڑھا اور نبی کریم ﷺ کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ترتیل سے اس کو پڑھیں۔

❀ ترتیل کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر خوش اسلوبی و تدبر معانی اور اس ادا کی

رعایت کرتے ہوئے پڑھا جائے جس پر یہ اترا ہے اور صحابہ ﷺ نے بھی اس کو ترتیل سے ہی پڑھا تھا اور قیامت کے دن بھی قاری قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا ہی حکم ہوگا کیونکہ ترتیل سے نہ پڑھنے سے معانی و مدعا میں وہ بگاڑ ہوتا ہے کہ نماز بھی باطل ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

- قرآن مجید کی ترتیل کا انکار کرنے والا یا تو گنہگار ہے یا متکبر ہے یا پھر معذور ہے خود پڑھ نہیں سکتا لیکن جب سورج چڑھا ہوا ہو تو اس کی مزید (اجالے کے علاوہ) دلیل طلب کرنا اپنے آپ کو دماغی مریض باور کروانے کے مترادف ہے۔
- قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنا ترتیل کا جزوِ لاینفک ہے کیونکہ حسن صوت جہاں اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہاں یہ اس کی تاثیر میں اضافہ کرتی ہے اور مزید قرآن مجید میں نکھار پیدا کرتی ہے اور خشوع و خضوع کے لیے بہترین نسخہ ہے شرط ہے کہ حسن صوت کے ساتھ خشیت الٰہی مل جائے اور ریا کاری نہ ہو تا کہ منافق کی روش نہ اختیار ہو جائے۔
- قرآن مجید کی تلاوت کا معمول بنانا اس کا حق ہے اس کو یاد کرنا پھر اس کو بھلانا سخت گناہ ہے اس لیے زیادہ سے زیادہ چالیس دن میں ضرور ختم کرنا چاہیے اور جب تک دل پسندی ہو تلاوت کرنا اور جب اکتاہٹ ہو اور اختلاف پیدا ہو تو اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے کیونکہ اس میں جھگڑنا کفر ہے۔
- قرآن مجید کی تلاوت در کوع وسجود میں نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ منع ہے اور احکام شریعت سے ناواقفی کی علامت ہے اس لیے قرآن مجید کو سمجھنا ضروری ہے تا کہ شرعی محظورات سے بچا جا سکے اور دین میں فقاہت حاصل ہو سکے جو کہ بہت بڑی نعمت ہے۔
- قرآن مجید حقیقت میں عمل کے لیے ہی نازل ہوا اور تلاوت وتفقہ تو اس کے لوازمات ہیں چنانچہ عدم عمل سے اس شخص کا ایمان ہی متحقق نہیں ہوتا جو قرآن کی حلال کو حرام کرے اور حرام کو حلال کرے اور یہی تورات و انجیل کے محرف ہونے کا سبب تھا کہ وہ (یہود و نصاریٰ) عمل نہیں کرتے تھے۔

❀ قرآن مجید کی تبلیغ کا ہر مسلمان پر حق ہے جس میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں خواہ کسی کو ایک آیت بھی آتی ہو اس کو آگے پہنچانا اس پر فرض ہے وگرنہ قیامت کے دن اس کے بارے میں اسے پوچھا جائے گا کیونکہ اس کا وعدہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیا گیا تھا کہ وہ آگے پہنچائیں اور ہر جاننے والا آگے پہنچائے۔

❀ کسی بھی بگڑے زمانے کو سدھارنے کے لیے نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اور خود نیکی کرنا اور برائی سے رکنا اور زبان کا صحیح استعمال کرنا اور حسن خلق اور استقلال سے لگے رہنا اصل تبلیغ قرآن کی روح ہے۔

❀ نرم زبان اور حسن خلق جہاں اچھے نتائج لاتا ہے وہاں زبان کو فتوے بازی ولعنت وغیرہ سے بچاتا ہے جس کے (فتوے ولعنت کے) نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا خریدار بن جاتا ہے۔

❀ تو اے میرے مسلمان بھائی! یہ تھے قرآن کریم کے ہم پر مسلمان ہونے کے ناطے سے حقوق۔ میری اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ الٰہی ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے یہ نہ ہو کہ قیامت کو اسی قرآن کی وجہ سے ہم ان لوگوں میں شامل کر دیے جائیں جن کے بارے میں قرآن بتلاتا ہے:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۝﴾

(الفرقان: ۳۰)

”اور کہا رسول نے اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن مجید کو نظر انداز کر دیا۔“

اس لیے خالص نیت کر کے یہ کہہ دو:

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت قرآن کر جاؤں

کیونکہ اگر اخلاص نہ ہوا تو پھر کچھ فائدہ نہیں ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ

نے فرمایا تھا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ.)) ❶

"اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول فرماتے ہیں جو خالص اسی کے لیے اور اس کی رضا کے لیے کیا جائے۔"

اور جہاں تم دنیاوی علوم میں ماہر ہو دین کے علوم میں بھر ماہر ہو جاؤ کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ كُلَّ عَالِمٍ بِالدُّنْيَا جَاهِلٍ بِالْآخِرَةِ.)) ❷

"اللہ تعالیٰ دنیا کے بارے علم رکھنے والے اور آخرت کے بارے میں جہالت والے کو ناپسند کرتے ہیں۔"

اس لیے محنت کرو اور احسن طریقے سے حقوق قرآن کو نبھاؤ کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ.)) ❸

"اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی عمل کرے تو اس کو اچھی طرح پکا کرے۔"

لیکن پھر بھی قدرت کے باوجود ہم دین کا کام نہ کریں تو یہ بہت بڑا عیب ہے بقول شاعر:

وَلَمْ أَرَ فِي النَّاسِ عَيْبًا
كَنَقْصِ الْقَادِرِيْنَ عَلَى التَّمَامِ

"لوگوں میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ قدرت تامہ کے باوجود وہ کچھ نہیں کرتے۔"

اس لیے دنیا والوں کو دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو بلکہ پچھلوں کو یاد کرو وہ تم سے زیادہ قوت

---

❶ صحيح الجامع: ١٨٥٦ والصحيحة: ٥٢.

❷ صحيح الجامع: ١٨٧٩ والصحيحة: ١٩٥.

❸ صحيح الجامع: ١٨٨٠ والصحيحة: ١١١٣.

والے اور مالدار تھے لیکن بقول شاعر:

كَأَنَّكَ لَمْ تَسْمَعْ بِأَخْبَارِ مَا مَضٰى
وَلَمْ تَرَ فِي الْبَاقِيْنَ مَا يَصْنَعُ الدَّهْرُ
فَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِيْ فَتِلْكَ دِيَارُهُمْ
مُحَاهَا مَجَالَ الرِّيْحِ بَعْدَهُمْ وَالْقُبْرُ

''گویا کہ تو نے پچھلوں کی خبریں سنیں ہی نہیں اور بقیہ کو دیکھا کہ زمانے نے ان کے ساتھ کیا کیا پس اگر تو نہیں جانتا تو یہ قبرستان ان کے گھر ہیں جن کو ہوا نے اُڑا کر ختم کر دیا ہے۔''

لیکن کیا کہا جائے واقعی ((أحب شيء إلى الإنسان ما منعا)) ''انسان جس سے منع کیا جائے وہ اسے ہی محبوب سمجھتا ہے''......اس لیے قرآن مجید کو چھوڑ کر دنیا میں لگ جانا اور پھر جنت کی اُمید رکھنا ایسا ہی ہے جیسے:

اَلْقَاهُ فِي الْيَمِّ مَكْتُوْفًا ثُمَّ قَالَ لَهُ
إِيَّاكَ إِيَّاكَ أَنْ تَبْتَلَّ بِالْمَاءِ

''اس نے سمندر میں اس کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پھینک دیا اور کہنے لگا کہ دیکھنا پانی میں بھیگ نہ جانا۔''

تو قرآن مجید کو چھوڑنے سے عذاب الٰہی تو پھر تیار ہے۔ اس لیے زندگی کا کچھ پتہ نہیں کل کو کیا ہونے والا ہے بقول شاعر:

إِنَّ اللَّيَالِيَ وَالْأَيَّامَ حَامِلَةٌ
وَلَيْسَ يَعْلَمُ غَيْرُ اللّٰهِ مَاتَلِدُ

''دن اور رات حاملہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ کیا جنیں گے۔''

یعنی کیا حالات ہوں گے تیرے موافق یا مخالف اس لیے محنت کر۔

بِقَدْرِ الْكَدِّ تَنْقَسِمُ الْمَعَالِی
مَنْ طَلَبَ الْعُلٰى سَهِرَ اللَّيَالِی
تَرُوْمُ الْعِزَّ وَتَنَامُ لَيْلًا
يَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّآلِی

''محنت کی بدولت ہی بلندیاں ملتی ہیں اور جو بلندیاں چاہتا ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے (عزت کا) بلندی کا ارادہ بھی ہے لیکن رات کو سویا ہوا ہے (یادرکھ) جو موتی چاہتا ہے اس کو سمندر میں غوطہ لگانا پڑتا ہے۔''

اس لیے استقلال سے دین کو سیکھنے اور سکھانے میں لگ جائیں:

فَجُهْدُكَ قَدْ أَبْقَاكَ فِي الذِّهْنِ ثَابِتًا
فَيَبْقَى الَّذِیْ أَنْجَزَتْ فِي النَّاسِ أَنْجُمًا
فَيَبْقَى الَّذِیْ علمته الناس قَائِمًا
إِلَى أَبَدِ الآبَادِ لَنْ يَتَحَطَّمَا

''تیری محنت ہی تجھے یاداشتوں میں ثابت رکھے گی اور جو تو لوگوں میں محنت کرے گا وہ ستاروں کی طرح چمکتی رہے گی اور جو لوگوں کو سکھائے گا وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوگی۔''

(بلکہ اس کا صدقہ جاریہ تجھے نیکیوں کی شکل میں ملتا رہے گا) اس لیے میری سابقہ معروضات کو اگر حق سمجھتے ہو تو اس کو سینے سے لگا لو کیوں کہ:

میں خودغرض نہیں میرے آنسوؤں کو پرکھ کے دیکھ
فکر چمن ہے مجھ کو غم آشیاں نہیں

آخر میں میں اپنی کمزور ہتھیلیوں کو اُٹھا کر یہ دعا کرتا ہوں:

يَا كَثِيْرَ الْعَفْوِ عَمَّنْ
كَثُرَ الذُّنُوْبُ لَدَيْهِ

جَـاءَ كَ الْـمُـذْنِـبُ يَـرْجُوْ

الـصَّـفْـحَ عَـنْ جُـرْمٍ يَدَيْـهِ

أَنَـــــا ضَيْفٌ وَجَـــزَاءُ

الـضَّيْفِ إِحْسَــانٌ إِلَيْـــهِ

''اے (بہت زیادہ) اس شخص کو معاف کرنے والے جس کے گناہ بہت زیادہ ہو چکے وہ گنہگار تیری معافی کی اُمید لے کر (اپنے گناہوں سے) آیا ہے اور وہ مہمان ہے اور مہمان کو اس کی جزا احسان دی جاتی ہے۔''

ہمارے حال پر رحم فرما اور ہمیں قرآن مجید وسنت رسول ﷺ کے مطابق زندہ رکھ اور اس پر قائم رکھ کر اور خاتمہ بالخیر فرما کر شہادت کی موت سے نواز اور ہمیں جنت الفردوس کا وارث بنا۔ (آمین ثم آمین)

❁❁❁❁

فہرس المراجع والمصادر

١۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ دار السلام۔

٢۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة للألبانى، الطبعة، ١٤١٥ھ

٣۔ صحيح الجامع الصغير وزياداته للألبانى، الطبعة ١٤٠٨ھ

٤۔ إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل للألبانى ١٣٩٩

٥۔ نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار للشوكانى بتحقيق شيحا، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ

٦۔ عون المعبود شرح سنن أبى داؤد لشمس الحق العظيم آبادى، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ

٧۔ تحفة الأحوذى للمباركفورى بتحقيق معوض وعبدالموجود، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ

٨۔ الموطا لمالك بن أنس بتحقيق شيحا، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ

٩۔ سنن النسائى مع حاشية السندى بتحقيق شيحا، الطبعة الرابعة ١٤١٨ھ

١٠۔ سنن ابن ماجه مع تعليقات البوصيرى بتحقيق شيحا، الطبعة الثانية ١٤١٨ھ

١١۔ سنن الدارمى بتحقيق الشيخ محمود أحمد عبدالمحسن، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ

١٢۔ فتح القدير للشوكانى بتحقيق الدكتور عبدالرحمن عميرة، البعة الثانية ١٤١٨ھ

١٣۔ تفسير ابن كثير لابن كثير، الطبعة الثانية ١٤١٨ھ

۱۴۔ المعجم الوسیط لإبراهیم مصطفى وإخوانه، الطبعة الثانية، المكتبة الإسلامية۔

۱۵۔ مسند أحمد للإمام أحمد، الطبعة، المكتب الإسلامي۔

۱٦۔ أحسن التفاسير للشيخ صلاح الدين يوسف، الطبعة ۱٤۱۹ھ۔

۱۷۔ المنجد (عربی، اردو) الطبعة يازدهم ۱۹۹٤ م۔

۱۸۔ الجزاء من جنس العمل لسيد حسين العفاني، الطبعة الثانية۱٤۱۷ھ۔

۱۹۔ دراسات فی علوم القرآن لفهد الرومی، الطبعة السابعة ۱٤۱۹ھ۔

۲۰۔ صيد الخاطر لابن الجوزی، الطبعة الأولى ۱٤۲۰ھ۔

۲۱۔ فيض الرحيم الرحمن للدكتور عبدالله الطيار، الطبعة الأولى ۱٤۱۷ھ۔

۲۲۔ التبيان فی آداب حملة القرآن بتحقيق عبدالقادر الأرنؤوط، الطبعة الثانية ۱٤۱۷ھ۔

۲۳۔ القراءات وأثرها فی التفسير والأحكام لمحمد بازمول، الطبعة الأولى ۱٤۱۷ھ۔

۲٤۔ دليل الحيران على مورد الظمآن لإبراهيم المارغنی، الطبعة الأولى ۱٤۱۵ھ۔

۲۵۔ عمدة البيان فی تجويد القرآن لصابر حسين محمد أبو سليمان الطبعة الأولى ۱٤۱۸ھ۔

۲٦۔ رسم المصحف وضبطه للدكتور شعبان محمد إسماعيل، الطبعة الأولى ۱٤۱۹ھ۔

۲۷۔ مسئولية النساء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر للدكتور فضل إلٰهی، الطبعة الثانية ۱٤۱۷ھ۔

۲۸۔ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار للطحاوی، الطبعة الأولى ۱٤۲۰ھ۔

۲۹۔ جبيرة الجراحات فی حجية القراءات لصهيب أحمد (المؤلف)، الطبعة الأولى ۱٤۲۲ھ۔

۳۰۔ فضل القرآن تعلمه وتعليمه لمحمد بن عبدالوهاب، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ

۳۱۔ فضائل القرآن للنسائى بتحقيق الخولى الطبعة الأولى ١٤١٦هـ

۳۲۔ صلاة التطوع لسعيد بن على بن وهف القحطانى، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ

۳۳۔ متن الشاطبية للشاطبى، الطبعة الثالثة ١٤١٧هـ
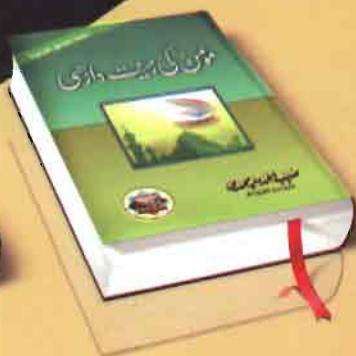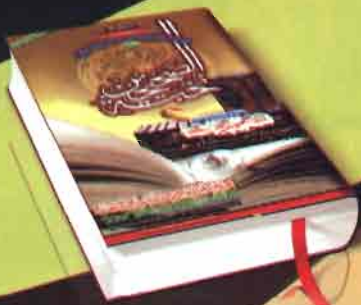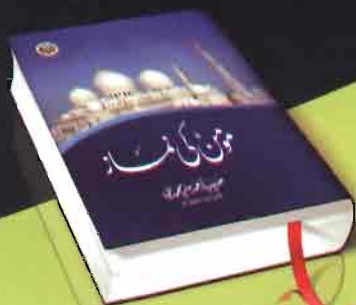
كلية القرآن الكريم والتربية الإسلامية

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بنگلہ بلوچاں) پھولنگر ضلع قصور

Cell # 0333 4296679 , 0333 4358421

quraancollege@hotmail.com

www.quraancollege.com